فَمَنْ شهد مِنکُمُ الشّهر فلیَصمه (الایه)

مَسئلہ رویت ہلال واختلاف مُطالع



تالیف:

مولانا مُفتی مُختار اللہ حقانی

مُفتی و استاد شُعبہ تخصص فی الفقہ و الافتاء بجا معہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اَلسَّلَامُ عَلَيكُم وَرَحمَةُ اللّٰهِ وبَرَكَاتُه

د حق په نشرولو کې زمونږ مرسته وکړئ او
په ټولنيزو شبکو کې راسره ملګري شئ

https://t.me/oqabijanan1

http://telegram.me/oqabijanan

https://www.facebook.com/oqabijananofficial/

https://www.facebook.com/oqabi1/

https://twitter.com/oqabiofficial

http://m.youtube.com/oqabijanan1

OQABI JANAN

https://oqabijananofficial.blogspot.com/

oqabitalibjan@gmail.com

قاري ارشادالله عُقابي

طالب علم ارشاد اللہ عقابی

فمن شهد منكم الشهر فليصمه (الاية)

مسئلہ رویت ہلال واختلاف مطالع

تالیف:

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

مفتی واستاد شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء

بجامعہ دار العلوم حقانیہ

ناشر:

موتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

ناظم کتاب: مسئلہ رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع

نام مؤلف: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

مفتی واستاد شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صفحات: ۱۴۸

تاریخ طباعت: فروری ۲۰۱۰ء

ناشر:

موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

فہرست

Dear readers,

As you may know that prophet (P.B.U.H) said that when the east people see the moon, the west people must fast or break fast which is "Eid". The equalizing fact is how come Muslims don't have same day fasting or same day celebrating Eid, you will find the answer of all these questions in this glorious book. Dear brothers and sisters Insha-Allah this book will help you to understand why scholars (Ulama) of our beloved Religion have a conflict (Ikhtilaf).The book has been read and checked by the Scholars of Jamia Darul Uloom Haqqania, we wish Mufti Mukhtarullah Naquin (Sahib) write more books for our Muslim Nation, and will benefit from it.

Editing cover designing and proof reading by Dr. Kifayatullah Haqqani Wardak Student of speciality (Takhasus-fil Hadees) in Ahadees-al-Nabawee (SAW) at Jamia Darul Uloom Haqqania, Akora Khatak, Nawshera Pukhtunkhawa

پیش لفظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک وممبر سینٹ آف پاکستان

آج جب کہ ہرطرف اتحاد بین المسلمین کی کوششیں جاری ہیں اور یہی اعلان ہورہا ہے ۔ کہ اسلامی مما لک میں اتحاد موجودہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تو اتحاد کے عظیم سلسلے میں ایک اتحادی کاوش موجودہ دور میں وحدت عید ورمضان بھی ہے کہ جن مما لک میں ایک مکمل جغرافیائی فرق نہ ہو یعنی رات دن کا مکمل فرق نہ ہو یا ایک بڑے وقفے کا فرق نہ ہو کہ جس کے بل بوتے رات دن کا تعین جدا جدا عمل میں آئے۔ تو ایسے مما لک میں اسلامی تہواروں میں اتحاد کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ ایک تو فطری خوشی کی یکسانیت اور یگانگت کی مثال قائم ہوگی اور دوسری طرف رمضان کے روزوں کی بے مثال قربانی کا مظاہرہ ہوگا اور اسکا ایک بہت بڑا تاثر قائم ہوجائیگا۔

مسلمانوں کے ایک جم غفیر نے اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ آجکل مطالع کے اختلاف کے اعتبار کی بجائے توحید الاعیاد ورمضان کی رو سے یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے باقاعدہ اتفاق کرنا چاہیے اور وہ اس طرح ممکن ہے کہ مرکز اسلام یعنی حرمین شریفین میں جب شرعی ضابطہ کے مطابق ثبوت رویت کے بعد عید ورمضان کا فیصلہ ہو جائے تو اصول شرعیہ کے مطابق دوسرے مما لک میں بھی روزہ اور عید کا اہتمام کیا جائے نہ صرف حنفیہ فقہ میں بات یہی ہے بلکہ حنابلہ اور مالکیہ کے ہاں بھی اسکا خیال رکھا گیا ہے اور بعض شوافع بھی

یہی ترجیح رکھتے ہیں اہل حدیث حضرات بھی اس طرف میلان رکھتے ہیں۔ اہل ظواہر بھی اسطرح کے خیالات رکھتے ہیں۔ مذہب زید کا بھی یہی مسلک ہے۔

زیر نظر کتاب ''رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع'' میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مفتی اور شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء کے استاد، اور جامعہ کے بلند پایہ فتاویٰ کے مجموعہ فتاویٰ حقانیہ کے مرتب جناب مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب جو معرکۃ الاراء مسائل پر لکھتے رہتے ہیں، نے نہایت عرق ریزی سے بہترین انداز میں رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع کے اعتبار وعدم اعتبار پر سیر حاصل بحث کی ہے اور عام فہم انداز میں اس پیچیدہ مسئلہ کا حل نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا ہے جو موجودہ دور میں اتحاد بین المسلمین کیلئے ایک مشعل راہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس عظیم کاوش کو قبول فرما کر اتحاد بین المسلمین کا ذریعہ بنائے۔ امین

سمیع الحق

خادم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تقریظ

محدث العصر حضرت العلامہ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب مدظلہ کی محققانہ، بلند پایہ تصنیف ''رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع'' کے مطالعہ سے از حد مسرت نصیب ہوئی۔

ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، محترم مفتی صاحب نے فلکی تحقیقات، شمسی وقمری نظام، احکام شرعیہ (خصوصا رمضان وعیدین) کا قمری نظام کیساتھ وابستگی، اختلاف مطالع میں فقہائے امت کے معتمد واساسی شخصیات کی ترجیحات کو مستند مراجع ومصادر سے پورے بسط وتفصیل، ناقدانہ تحقیق وتدقیق کے ساتھ عجیب دلکش قرینہ اور بہترین سلیقہ سے شستہ و شگفتہ انداز میں زینت قرطاس کر دیئے ہیں۔

لاریب، چاند سے وابستہ مسائل کے سلسلے میں یہ ایک زرین گنج گرانمایہ ہے جو متلاشیان حق کے دل ودماغ کے سرور وانبساط اور ارباب فکر ونظر کے لئے سرمہ نور نظر ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم مفتی صاحب کی اس علمی کاوش کو بے پناہ مقبولیت سے نوازے اور

امت مسلمہ کو رمضان وعیدین میں وحدت ویگانگت کا ذریعہ بنا دے۔

(نوٹ) یہ کچھ عرصہ قبل میں نے مولانا عبدالمنعم معاون مفتی دارالعلوم حقانیہ کی کتاب اعدل الاقوال پر عجلت اور کتاب کے اصل مضمون پر کماحقہ مطلع ہوئے بغیر چند کلمات لکھے تھے، کتاب کے اصل مضمون اور اس کے پس منظر پر مطلع ہونے کے بعد ان کلمات سے رجوع کرتا ہوں تاکہ کوئی شخص ان کلمات کو مؤلف کتاب کے موقف کے ساتھ موافقت نہ سمجھے۔

وماذلک علی اللہ بعزیز وھوعلی کل شئی قدیر وبالاجابة جدیر وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه واشرف رسوله وخاتم انبیائه وعلی آله اجمعین.

(مولانا)شیرعلی شاہ غفرلہ

۲/اکتوبر ۲۰۰۹ء

تقریظ

شیخ الحدیث مولانا حافظ انوار الحق حقانی

استاذ الحدیث ونائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

و مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمدلله و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء محمد المصطفی و علی الہ الاتقیاء النجباء الی یوم الجزاء أما بعد

مملکت خداداد پاکستان میں رؤیت ہلال کا مسئلہ خصوصاً رمضان وعیدین میں ایک عجیب نوعیت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ایک ہی ملک' ایک ہی صوبہ میں دو دو عیدیں منائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے عوام الناس میں تشویش پائی جاتی ہے۔رمضان المبارک اور عیدین کے آتے ہی لوگ اختلافات کے شکار ہو جاتے ہیں۔

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مفتی اور شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والإفتاء کے مشرف مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب کی تصنیف ''رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع'' کے مطالعہ سے از حد خوشی ہوئی کہ انہوں نے اس اختلاف کو ختم کرنے اور پورے بلادِ اسلامیہ کے ایک ساتھ رمضان وعیدین کے امکان کو واضح کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

ماشاء اللہ محترم مفتی صاحب نے اس علمی کاوش میں رؤیت ہلال کے ساتھ ساتھ

قمری نظام پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اختلافِ مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کے مسئلہ کو خصوصیت کے ساتھ پورے بسط وتفصیل اور ناقدانہ تحقیق کے ساتھ جامع انداز میں عام فہم طریقے سے تحریر کیا ہے اور مرکز اسلام حرمین شریفین کے ساتھ وحدت عید و رمضان اور بعض حضرات کی طرف سے سعودی اعلان رؤیت کے بارے میں شبہات کے ازالہ کو بھی شستہ و شگفتہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم مفتی صاحب کی اس علمی کاوش کو قبولیت عطا فرمائیں۔

(مولانا حافظ) انوار الحق حقانی

استاذ الحدیث و نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مرکزی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مقدمہ

اسلام اجتماعیت کا مذہب ہے۔ اسلام کے مقرر کردہ احکامات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام نماز سے لے کر حج کے ارکان تک اجتماعیت کا داعی ہے۔ کسی بھی حکم میں انفرادیت کا درس نہیں دیا، اس لئے عالم اسلام کے دانشور حضرات اور علماء کرام امت مسلمہ کو وحدت کی طرف آنے کی تاکید کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے بعض فروعی آراء اور مسائل جو مذاہب میں مرجوح کے مقام پر ہیں، کو معمول فنی مشاہدات کی وجہ سے راجح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جس سے امت انتشار اور تفرقہ کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ جو اسلامی حقیقی روح اور تعلیمات کے منافی ہیں۔ ان بعض مسائل میں رؤیت ہلال کا مسئلہ اور ساتھ اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار کا مسئلہ بھی ہے۔ ایک طرف تو مذاہب ثلاثہ اور خصوصاً مذہب حنفی میں راجح اور مفتی بہ قول کیمطابق اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔ مگر فروعی اور اجتہادی مسئلہ ہونے کی بناء پر بعض اہل علم حضرات سے اعتبار کی رائے بھی منقول ہے اور انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق اس کو راجح قرار دیا ہے۔ اور اس مرجوح اور غیر مفتی بہ رائے کو لیکر بعض ارباب علم نے اسی پر زور دیا ہے جسکے نتیجے میں امت اختلاف کا شکار بنی ہوئی ہے۔ ہمارے صوبہ سرحد میں اسی وجہ سے دو دو، تین تین عیدین اور رمضان ہونے لگے ہیں۔ حکومت کی مقرر کردہ رؤیت ہلال کمیٹی کے ارکان بھی بعض ذاتی وجوہات اور ارباب اقتدار کے بعض مجبوریوں کی وجہ سے مجبور ہیں۔ عوام بچارے تشویش کے شکار ہیں اور کہتے ہیں کہ یا خدایا کس مولوی صاحب کی بات مانیں، اور کس کے اعلان پر روزہ رکھیں اور عید منائیں۔

وجہ تالیف:۔ اس تشویش کے حل کیلئے عوام وخواص نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی

طرف رجوع کیا۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو بحمد اللہ یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے امت کو درپیش مسائل کے حل کروانے میں مثبت قدم اٹھایا ہے۔ چنانچہ حسب سابق جامعہ کے مفتی اور شعبہ تخصص فی الفقہ کے استاد جناب مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب نے پہلا قدم اٹھایا۔ اور مختلف ارباب علم وافتاء کو اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لئے خطوط لکھے۔ اور ان ارباب علم وافتاء کے جوابات کو آپ مدظلہ نے فتاویٰ علماء البلاد فی توحید الصوم والاعیاد کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا۔ راقم الحروف کو بھی اس موضوع پر چند صفحات سیاہ کرنے کی دعوت دی گئی تھی چنانچہ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اختلاف مطالع کے اعتبار وعدم اعتبار کی تحقیق کے عنوان سے چند صفحات تحریر کیے۔

جن کو رفیق محترم مخدوم زادہ جناب مولانا حافظ راشد الحق سمیع صاحب مدیر ماہنامہ ''الحق'' نے جامعہ کے مؤقر رسالے ماہنامہ ''الحق'' میں پانچ اقساط میں شائع کیا۔ جن کی تقریباً تین اقساط کو مفتی غلام قادر صاحب مدظلہ نے مذکورہ کتاب میں شائع کردی ہیں۔ چونکہ یہ مضمون ایک گونا مفصل اور مدلل تھا اس لیے بعض احباب نے اس کو مستقل کتابی شکل میں شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر بعض مصروفیات اور مشاغل کی وجہ سے اسطرف توجہ نہ ہوسکی۔ اور ویسے بھی کام پائے تکمیل تک اس وقت پہنچتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل حال ہو جائے۔

چونکہ ماہنامہ الحق میں شائع شدہ مضمون تقریبا اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار کے متعلق ہے۔ جبکہ رؤیت ہلال کے ساتھ بعض دوسرے مسائل بھی وابستہ ہیں جن کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس مضمون کے ساتھ کچھ اضافہ کردیا گیا اور اس مضمون پر نظر ثانی کر کے ان اضافات کو مضمون کے ساتھ شامل کیا گیا۔ دعوی تو نہیں

مگرظن غالب سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر خالی الذہن ہو کر انصاف اور نظر غائر سے اس کتاب کا مطالعہ کیا گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے بارے میں کوئی بھی اشکال باقی نہیں رہے گا۔اور امت مسلمہ کے لئے ایک ساتھ عید، رمضان منانا آسان ہو جائے گا۔اور جس تشویش میں عوام وخواص مبتلا ہیں۔اس دلدل سے نکل سکیں گے۔

کتاب کی ترتیب:۔ بندہ ناچیز نے اس کتاب کو ایک مقدمہ اور پانچ فصول پر مرتب کیا ہے مقدمہ میں کتاب کی وجہ تالیف اور پس منظر تحریر کیا گیا ہے۔فصل اول میں چاند کے متعلق فلکی تحقیقات اور رؤیت ھلال میں فلکی حساب و کتاب کو دخل دینے یا نہ دینے کے متعلق تفصیلی بحث مذکور ہے۔

فصل دوم میں چاند دیکھنے کا حکم، رؤیت کے متعلق گواہی، گواہان کی تعداد، رمضان وعیدین کی رؤیت میں فرق، اثبات رؤیت کے طریقوں، رؤیت ھلال اور اعلان رؤیت میں آلات جدیدہ کے استعمال کا شرعی حکم ذکر کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کیا اعلان رؤیت کے لئے قضاء قاضی شرط ہے یا نہیں۔

فصل سوم میں اختلاف مطالعہ کے اعتبار اور عدم اعتبار کو تفصیل سے موضوع بحث بنایا گیا ہے۔

فصل چہارم میں اختلاف مطالعہ کے عدم اعتبار کے متعلق بعض دعوے اور شبہات اور ان کے جوابات اور علامہ شامیؒ کی تفریق کو ذکر کیا گیا ہے۔

اور فصل پنجم مسلمانوں میں وحدت رمضان وعیدین کا آسان طریقہ، حرمین شریفین کے ساتھ رمضان وعیدین کرنے اور ان کی رؤیت کے متعلق حرمین شریفین کے احتیاط اور طریقہ کار اور ان کے طریقہ کار کے متعلق بعض شکوک وشبہات کے ازالہ وجوابات پر مشتمل ہے۔

اظہار تشکر: آخر میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اس

حقیر سی کاوش کی تیاری میں تعاون کیا۔ اور خصوصاً استاذ الاساتذہ استاذی وسیدی وسندی بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا عبدالحنان صاحب جہانگیروی دامت برکاتہم العالیہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم مخدومنا المکرم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم اور نائب مہتمم عزت مآب جناب مولانا حافظ انوارالحق صاحب مدظلہ اور مخدوم زادہ رفیق مکرم جناب مولانا نقیب احمد صاحب مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اس ناچیز کو اپنے مفید اور قیمتی مشوروں، دعوات صالحہ میں یاد فرمایا۔ اور ذہنی طور پر اس قسم کے معرکۃ الآراء موضوع پر چند صفحات سیاہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ آخر میں ارباب علم وکمال سے گزارش ہے کہ ویابی اللّٰہ عصمۃ کتاب غیر کتابہ اگر اس ادنی سی کاوش میں کوئی لفظی، معنوی، تعبیری غلطی نظر آئے تو مہربانی فرما کر اس غلطی پر مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور امت مسلمہ کو وحدت کی راہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ اور اس ادنیٰ سی کاوش کو اس ناچیز کے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

خاکپائے علماء دیوبند

مختار اللہ حقانی

خادم دارالافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

بجامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ۲۰۰۹/۳/۲۷ء

بسم اللہ الرحمان الرحیمO

الحمدللّٰہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المجتبیٰ وعلی الہ

واصحابہ نجوم الھدی الی یوم الجزاء . وامابعد

﴿ فصل اول ﴾

کائنات عالم کا ایک عجیب وغریب نظام ہے اسکا ہرایک نظارہ وجود باری تعالیٰ پردال ہےاور عقل اس بات کے سامنے مجبور ہوکر سر تسلیم ہے کہ اس کائنات کو بنانے والا اور اس کو اس عجیب وغریب طریقے سے چلانے والا اقوی اور سارے موجودات پر غالب کوئی ذات موجود ہے۔جسکے سامنے پوری کائنات دوزانوں ہے۔

وفی کل شئی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد ع

ہرایک شئی میں اسکے لئے کوئی نہ کوئی گواہ موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ذات پاک ایک ہے،اسکا کوئی شریک نہیں وہ اکیلا ہی اس نظام کو چلاتا ہے۔اسی ذات نے دن اور رات، شمس وقمر اور ستاروں وسیاروں کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے وجعل اللیل سکناوالشمس والقمر حسبانا. ذلک تقدیر العزیز العلیم . وھوالذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحرقدفصلنا الایات لقوم یعلمون.

(سورۃ انعام آیت ۹۶.۹۷)

اوراس نے رات بنائی آرام کیلئے اورسورج اور چاند حساب کیلئے یہ اندازہ رکھا ہوا ہے زورآور خبردار کا اوراسی نے بنادیئے تمہارے واسطے ستارے کہ انکے وسیلہ سے راستہ معلوم کرو جنگل اوردریا کے اندھیروں میں البتہ ہم نے کھول کر بیان کردیئے احکام ان

لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں۔

فلکیات کا یہ عجیب نظام اور اس کے اس حسین گردش کا خاص فائدہ یہ ہے کہ انسان اسکے طلوع وغروب اور رفتار سے صدیوں، سالوں، مہینوں، دنوں، گھنٹوں، بلکہ منٹوں اور سیکنڈوں کا حساب بآسانی لگا سکے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

هوالذی جعل الشمس ضياءً والقمرنوراً وقدّره منازل لتعلموا عددالسنين والحساب ماخلق الله ذلك الابالحق (سورة يونس ۵)

ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرو یہ خدا تعالیٰ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے''

(ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری)

دنیا کا حسابی نظام: ہجرت نبوی ﷺ کے بعد سے دنیا بھر میں زیادہ تر دوطرح کے حسابات رائج ہو چکے ہیں ایک کا نام عیسوی حساب ہے جو نظام شمسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور دوسرا ہجری جسکا تعلق قمری نظام سے ہے۔ اسکے علاوہ بھی بعض حسابات دنیا میں مروجہ ہیں جو موسمیات پر مرتب ہوئے ہیں مثلاً بکرمی، چیت کا کلینڈر، جیٹھ، ساون وغیرہ کا جسکا سن غالباً ۲۰۵۷ بکرمی ہے۔ چونکہ زیادہ تر مذکورہ بالا (شمسی وقمری) حساب کا رواج ہے اسلئے یہاں صرف انکا ذکر کیا جاتا ہے۔

شمسی سال: سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور اس گردش سے دن، رات اور سال، مہینے پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ زمین کی یہ گردش دو طرح کی ہے۔

روزانہ گردش: ان دو گردشوں میں ایک کو محوری یا روزانہ کی گردش کہا جاتا ہے اسمیں زمین مغرب سے مشرق کی طرف اپنا چکر ۲۴ گھنٹوں میں پورا کرتی ہے۔ اس گردش سے دن رات پیدا ہوتے ہیں، موسم خوشگوار اور حسین وجمیل ہوتا ہے اور زمین قابل سکونت بن جاتی

ہے اس سے اوقات میں تبدیلی آتی ہے۔ بعض شہروں میں رات اور بعض میں دن ہوتا ہے بلکہ ایک شہر میں فجر، دوسرے میں ظہر تیسرے میں عصر کا وقت ہوتا ہے نیز اس محوری گردش کے باعث سمندر میں مدو جزر بھی معرض وجود میں آتا ہے۔

سالانہ گردش: اور دوسرے کو سالانہ گردش کہا جاتا ہے زمین یہ گردش سورج کے گرد ۳۶۵ ۱/۴ دنوں میں مکمل کرتی ہے اس سے سال اور مہینے معرض وجود میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسوی سال ۳۶۵ ۱/۴ دن کا ہوتا ہے، لیپ والے سال میں ایک دن فروری میں بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے سال ۳۶۶ دن کا ہو جاتا ہے۔ (ہیئت وسطیٰ ص ۳۶۲)

لیکن یہ تقریبی مدت ہے ٹھیک ٹھیک شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ ہے، یعنی تقریبی مدت تحقیقی سالِ شمسی سے ۱۱ منٹ اور ۱۴ سیکنڈ کم ہے تو گویا زمین آفتاب کے گرد ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۴۶ سیکنڈ میں ایک دورہ مکمل کرتی ہے

(ھیئت وسطیٰ ص ۳۶۳)

قمری سال: چونکہ اور اسلامی احکامات کا تعلق قمری ماہ وسال سے ہے اور اسی پر اسلامی تاریخ اور اسلامی احکام کا مدار ہے۔ اسلئے امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس حساب کو قائم اور باقی رکھے البتہ اگر دوسرے حسابات کسی ضرورت سے اختیار کئے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن قمری حساب کو بالکل نظر انداز کر دینا گناہ عظیم ہے۔ اگر بالفرض اس حساب کو نظر انداز کر دیا گیا تو انسان کو یہ بھی خبر نہ ہوگی کہ رمضان کب آئیگا اور ذی الحجۃ کب ہوگا۔ اس قمری حساب کا تعلق چاند سے ہے۔

چاند کا حجم :۔ چاند زمین سے ۴۹ گنا کم حجم رکھتا ہے (ھیئت وسطیٰ، ص ۳۹۳) دونوں کے درمیان اوسط فاصلہ ۲لاکھ ۳۹ ہزار میل ہے۔ (ھیئت وسطیٰ، ص ۳۹۸) اور اسکے ساتھ چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ اسی وجہ سے چاند بیک وقت ساری زمین پر دکھائی نہیں

دیتا بلکہ بعض علاقوں میں دکھائی دیتا ہے اور بعض میں نہیں۔ نیا چاند جہاں نکلتا ہے وہ مطلع کہلاتا ہے۔

چاند کی حرکت: چاند بھی دیگر سیارات کی طرح دو گردش کرتا ہے۔

(۲) دوسری حرکت اپنے مرکز کے گرد یعنی اس سیارے کے گرد جو اس چاند کیلئے مرکز ہے یعنی زمین۔ اس کو حرکت حول الارض کہا جاتا ہے۔

(۱) پہلی حرکت یہ ہے کہ وہ لٹو کی طرح اپنے مقام پر یعنی اپنے محور کے گرد حرکت کرتا ہے۔ اس کو حرکت حول المحور کہا جاتا ہے (هیئت وسطی، ص ۳۹۹)

چاند کی پہلی حرکت:۔ اور پہلی حرکت سے دن رات بنتے ہیں اسلئے یہ حرکت یومیہ کہلاتی ہے۔ مگر چاند میں دن اور رات چوبیس گھنٹوں کا نہیں ہوتا بلکہ تقریباً دو ہفتے کا دن اور دو ہفتے کی رات ہے اسلئے چاند یہ دونوں حرکات ایک ہی مدت میں پورا کرتا ہے۔

چاند کی دوسری حرکت: چاند کی دوسری حرکت زمین کے گرد چکر کی مدت چاند کا ایک شہر (ماہ) ہوتا ہے اسلئے یہ حرکۃ الشھریۃ کہلاتی ہے۔ اگر زمین سورج کے گرد حرکت نہ کرتی تو پھر قمری مہینہ ۱/۴ ۲۷ دنوں کا ہوتا۔ مگر چونکہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور زمین رفتار میں چاند سے تیز ہے اسلئے اس گردش کی وجہ سے نئے چاند کی تولید (پیدائش) میں ایک یا دو دن کی تاخیر ہو جاتی ہے اگر تاخیر ایک دن ہو تو وہ مہینہ 29 دن کا ہوتا ہے اور اگر تاخیر دو دن کی ہو تو مہینہ 30 دن کا ہوتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: علم هیئت کی کتابوں میں 30 دن کے مہینے کو شہر کامل کا نام دیا گیا ہے اور 29 دن کے مہینے کو شہر ناقص کہا گیا ہے۔

اشکال:۔ اب یہاں ایک اشکال ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شھرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجۃ (الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ رمضان اور ذوالحجۃ

دونوں 29 , 29 دن کے نہیں ہوں گے۔ حالانکہ کبھی یہ دونوں 29 , 29 کے ہوتے ہیں۔اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نوسال روزے رکھے ہیں اوران نو سالوں میں آپ ﷺ نے صرف ایک یادو رمضان میں تیس دن روزے رکھے ہیں۔

علامہ بنوریؒ نے لکھا ہے قال بعض الحفاظ صام رسول اللهﷺ تسع رمضانات منهارمضانان فقط ثلاثون وفي المواهب أنه ﷺ قدصام تسع رمضانات وفي شرحه للزرقاني ۸/۹۷ يكمل له رمضان واحدة والبقية ناقصة (معارف السنن ۵/۳۴۳)

اور بعض حفاظ نے کہا ہے کہ رسول ﷺ نے نوسال رمضان کے روزے رکھے جن میں صرف دو رمضان تیس کے تھے اور مواھب میں ہے کہ رسول ﷺ نے نوسال رمضان کے روزے رکھے تھے اور اسکی شرح زرقانی میں ہے آپ ﷺ نے ایک رمضان پورے روزے رکھے اور باقی ناقص تھے۔

اور ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: قال لما صمنامع النبيﷺ تسعاً وعشرين اكثر مما صمنامعه ثلاثين

(سنن ابی داؤد ۱/۳۴۷)

ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ 29 دن کے زیادہ روزے رکھے ہیں تیس دنوں سے۔تو اس روایت (شهر عيد لا ينقصان الخ) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: مگراس اشکال کا جواب یہ ہے کہ لاینقصان کا تعلق ثواب آخرت سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ چاہے 29 کا ہو یا 30 کا،اجروثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اگرچہ عدد ایام ناقص ہوں۔

(۲) اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حدیث پاک سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی سال میں عموماً

دونوں مہینے 29,29 دن کے نہیں ہوتے بلکہ اگر ایک ناقص ہو تو دوسرا کامل ہوگا۔ اور ایسا اکثر اور بیشتر ہوتا ہے۔

مگر پہلے جواب کو امام ولی اللہ دھلویؒ نے ترجیح دی ہے۔ چنانچہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقيل لاينقصان معاًوقيل لايتفاوت اجر ثلاثين وتسعة وعشرون وهذاالاخير موافق بقواعدالتشريع كانه ارادسدّ أن يخطر في قلب أحد ذلك (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ ۴/۱۳۱)

اور کہا گیا ہے کہ دونوں مہینے ایک ساتھ کم نہیں ہوں گے اور کہا گیا کم وبیش نہیں ہوتا۔ 30 اور 29 کا ثواب اور یہ آخری قول: قانون سازی کے ضوابط سے زیادہ ہم آہنگ ہے گویا آپ ﷺ نے اس بات کا سدباب کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں یہ بات گزرے۔

طلوع چاند میں تاخیر: یہ بات سب پر عیاں ہے کہ سورج کی رفتار تیز ہے اور چاند کی رفتار سست ہے اسلئے اسکے طلوع وغروب کے اوقات میں تاخیر پیدا ہوتی ہے یہ تاخیر مختلف ہوتی ہے۔ فلکیات کی عام کتابوں میں ۵۰۔۵۱ منٹ کی تاخیر کا لکھا ہوا ہے، لیکن مشاہدہ میں ایسا ہونا ضروری نہیں (فلکیات جدیدہ ۳۴۱) اس لئے علامہ موسیٰ خان روحانی بازیؒ نے لکھا ہے کہ پروفیسر ینگ اسٹرانومی وغیرہ کی کتب فلکیات میں تحریر کرتے ہیں کہ چاند کے طلوع وغروب کا روزانہ فرق ۵۱ منٹ سے کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

(فلکیات جدیدہ ص ۳۴۲، حصہ دوم)

لہٰذا اس تاخیر کی وجہ سے قمری سال شمسی سال سے ۱۰، ۱۱ دن کم ہے۔ شمسی سال ۱/۴ ۳۶۵ دن کا ہے اور قمری ۳۵۴ دن ۸ گھنٹے اور ۴۸ منٹ کا ہوتا ہے۔ (ھیئت وسطی ص ۳۶۴)

چاند کی اس تاخیر کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مہینے کی آخری تاریخوں میں چاند سورج کے طلوع ہونے سے قبل نکلتا ہے اور غروب ہونے سے پہلے غروب ہوتا ہے۔ حتی کہ

آخری دن کو جب چاند سورج سے کچھ پہلے نکلے تو اپنی سست رفتاری کی وجہ سے سورج سے پیچھے رہ جاتا ہے اور سورج آگے نکل جاتا ہے اور اس سے نئے چاند کی تولید ہو جاتی ہے۔ جسے انگریزی میں مون برتھ (Moon Birth) کہا جاتا ہے۔ اور یہ چاند کی تولید پوری دنیا میں صرف ایک بار ہوتا ہے۔ چنانچہ ماہرین ہیئت اس کو محاق سے تعبیر کرتے ہیں مگر اسلامی نقطہ نظر سے قمری مہینے کا آغاز چاند کی رؤیت بصری پر ہے اسکی تولید پر نہیں۔

چاند کب دکھائی دیگا: اب سوال یہ ہے کہ اسلامی مہینے کے شروع ہونے کیلئے جب چاند کی رؤیت ضروری ہے تو سورج سے پیچھے رہ جانے کے بعد ہمارے لئے کب قابل دید ہوگا تو اس بارے میں جدید اور قدیم ماہرین فلکیات کے مختلف اقوال ہیں۔

۱) بعض نے کہا ہے کہ چاند آفتاب سے دس درجہ مشرقی جانب ہو تو نظر آئیگا۔

۲) دوسرا قول یہ ہے کہ آٹھ درجہ بعد قابل دید ہوگا۔

۳) تیسرا قول یہ ہے کہ چاند آفتاب سے شرقاً اتنا بعید ہو کہ غروب آفتاب کے بعد ۴۰ منٹ تک افق سے بالا چمکتا رہے۔

۴) چوتھا قول یہ ہے کہ ۱۲ درجے کا فاصلہ ہو۔

۵) پانچواں قول یہ ہے کہ ۱۲، ۱۳ درجے کے بعد ہو (فلکیات جدید ص ۳۵۰، حصہ دوم)

۶) چھٹا قول یہ ہے کہ جب چاند کا ایک فیصد یا اس سے زیادہ حصہ روشن ہو۔ (کشف ہلال ص ۲۸) موجودہ دور کے ماہر فلکیات جناب سید شبیر احمد کا کاخیل صاحب نے لکھا ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق ان میں سے کوئی بھی قول دائمی طور پر صحیح نہیں ہوتا اہ یہ لوگوں کے اندازے ہیں جن کو انہوں نے اپنے تجربات سے اخذ کیا ہے اور چونکہ تجربات کے نتائج مختلف مقامات پر مختلف اشخاص کیلئے مختلف ہو سکتے ہیں اسلئے ان میں اختلاف پایا گیا ہے۔ (کشف ہلال ص ۲۸

لہذا کشف ہلال کی سرگزشت میں جو بات لکھی گئی ہے بالکل صحیح ہے اسلئے کہ ان اقوال میں جو بھی قول کہا گیا ہے وہ تجربہ پر موقوف ہے یہ تجربات مختلف مقامات کے ہیں اور ہر جگہ طول البلد اور عرض البلد کا اختلاف ضرور ہے اس لئے ان اقوال میں بھی اختلاف پیدا ہوا۔ اور ہم کسی کو بھی دائمی اور حتمی قول نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ مشاہدات ان اقوال کے مخالف رونما ہو چکے ہیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔

قمری مہینوں کا تعلق: مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اسلامی عبادات مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق قمری مہینوں سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے **یسئلونک عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج(الآية)**

ترجمہ: ''لوگ آپ ﷺ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ مقررہ اوقات ہیں لوگوں کیلئے اور حج کیلئے''

اور خصوصاً رمضان شریف کا، تو ابتداء ہی رؤیت ہلال پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فمن شهد منكم الشهر فليصمه (الاية سورة البقرة)** جس نے تم میں سے چاند کو دیکھا پس وہ روزے رکھے

اور اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ایک آسان اور سادہ طریقہ ارشاد فرمایا ہے **صوموا بروية الهلال وافطروا به(الحديث)** چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر افطار کرو۔

تاکہ اسلامی احکامات سے معمولی آگاہی رکھنے والوں کیلئے بھی فریضہ کی ادائیگی آسان ہو، اور اس فطری اور بے تکلف طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔

قمری مہینوں میں فنی اصول کا کوئی دخل نہیں:۔ اگر فنی اصول اور جدید آلات پر احکام شرعیہ کا مدار ہوتا تو اکثریت فرائض کی ادائیگی سے محروم رہ جاتی، اسلئے کہ اولاً تو فنی حسابات جاننے

والے ہرجگہ نہیں ہوتے۔

ثانیا اسکے علاوہ تمام آلات کا ہرجگہ مہیا ہونا بھی یقینی نہیں۔ثالثا اور آپ ﷺ نے واضح الفاظ سے قمری مہینوں میں حساب وکتاب اور فلکیاتی تحقیقات سے منع فرمایا ہے نحن امة امية لانكتب ولانحسب الشهر هكذا وهكذايعنى مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين(الحديث)(صحيح بخارى ۲/ ۲۳۰) ہم امی امت ہیں،ہم حساب وکتاب نہیں کرتے۔مہینہ کبھی تیس اور کبھی انتیس کا ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

انمابالغ فى البيان بماذكر مع الاشارة المذكورة ليبطل الرجوع الى ماعليه الحساب والمنجمون.(مرقات شرح مشكوة ۴/ ۲۴۴) آپ ﷺ نے اپنے بیان میں ہاتھوں کے ساتھ اشارہ اسلئے فرمایا کہ فلکی حسابات کی طرف رجوع باطل ہوجائے۔

اور علامہ ملاعلی قاریؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان العمل على مايعتاده المنجمون ليس من هديناوسنتنابل يتعلق برؤية الهلال فان نراه مرة تسعاًوعشرين ومرة ثلثين. (مرقات شرح مشكوة ص ۴/ ۲۳۴)

آجکل کے فلکی حسابات والوں کی طرح حساب پرعمل کرنا نہ ہماری شریعت ہے اور نہ ہمارا طریقہ بلکہ چاند کا علم ہلال کی رؤیت بصری کے ساتھ متعلق ہے اسلئے ہم مہینے کو کبھی ۲۹ کا دیکھتے ہیں اور کبھی تیس کا۔

اور علامہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ انه يدل على تعليق الحكم بالروية ولايرادبذلک روية كل فردبل مطلق الروية ويستدل به على عدم تعليق الحكم بالحساب الذى يرى المنجمون.....اقول ان الحساب

لایجوز ان یعتمد علیه فی الصوم علی مایراہ المنجمون فذلک احداث لسبب لم یشرعہ اللّٰہ تعالیٰ(الخ) بیشک یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ حکم رویت (بصری) سے متعلق ہے اور اس رؤیت سے مراد تمام لوگوں کا دیکھنا بھی نہیں بلکہ رؤیت سے مراد مطلق رؤیت ہے اسی طرح اس سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ حکم کا تعلق منجمین کے حسابات سے نہیں ۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صوم (روزہ) میں منجمین (فلکیات والوں) کے حساب پر اعتماد کرنا جائز نہیں اسلئے کہ یہ ایک نوایجاد امر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں فرمایا۔

<u>رویئت ھلال میں حساب و کتاب پر اعتماد کرنے والوں کی حدیث بالا کی توجیہ</u> :۔

جو حضرات اسلامی مہینوں میں رؤیت بصری کے بجائے حساب و کتاب کو راجح سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ نحن امۃ امیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ہم امی امت ہیں تو ہمارے لئے رؤیت بصری کا یہی طریقہ رائج ہوگا۔ لیکن جب ہم سے یہ صفت مرتفع ہوجائے یعنی ہم حساب و کتاب جاننے لگے تو پھر یہ حکم ہمارے لئے نہیں ہوگا بلکہ اس وقت قمری مہینوں کا تعین بھی شمسی مہینوں کی طرح حساب و کتاب پر کیا جائے گا۔

<u>الجواب:</u> مگر اس توجیہ کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم حدیث پاک کے اس جملے پر غور کریں تو خود بخود یہ معلوم ہوجائے گا کہ یہ حکم کسی ایک مدت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے۔ اس لئے کہ نحن مبتداء ہے اور امۃ امیۃ موصوف صفت مبتداء کی خبر ہے۔ عربی گرائمر کے لحاظ سے یہ جملہ اسمیہ بنتا ہے اور جملہ اسمیہ کا استعمال دوام اور استمرار کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا استمرار یہی ہے کہ جب تک یہ امت رہے گی تو اسی صفت پر رہے گی اور اس امت کا رہنا قیامت تک یقینی ہے۔ لہذا یہ

صفت بھی اسی امت کے ساتھ قیامت تک رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر مزید غور کیا جائے تو اس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے سامنے اسلام کی سادگی، فطرت اور عام فہم دین ہونے کو پیش کیا ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں بسنے والے تمام کے تمام لوگ نہ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور نہ سارے فلکی حسابات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جبکہ ان کو بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ایسا طریقہ متعارف کروایا جو سب کے لئے یکساں، برابر اور تکلفات سے پاک ہے۔ اور یہی اسلام کا اصلی روپ ہے۔

فلکیات والوں کے قول کے بارے میں فقہاء کرام کا موقف:۔

اسلئے فقہاء امت نے بھی لکھا ہے کہ رؤیت ہلال کے بارے میں منجمین اور فلکیات والوں کے قول کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ ولا عبرة بقول الموقتین ولو عدولاً علی المذهب

(ردالمختار ۲/۳۸۷ مطلب لاعبرة لقول الموقتین) چاند کے ثبوت میں مؤقتین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر چہ وہ عادل ہوں۔

اور علامہ شامیؒ نے مزید لکھا ہے لاعبرة بقول المؤقتین ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لایعتبر قولهم بالاجماع ولایجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه وفی النهر فلایلزم بقول المؤقتین انه ای الهلال یکون فی السماء لیلة کذاوان کانوا عدولاً فی الصحیح کمافی الایضاح۔ (ردالمختار ۲/۳۸۷)

لوگوں پر وجوب صوم میں مؤقتین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ معراج میں ہے

کہ مؤقتین کے قول کا بالا جماع اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور منجم کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے حساب پر عمل کرے۔ اور نھر میں ہے مؤقتین کی پیش گوئی سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ فلاں تاریخ کو چاند افق پر ہوگا اگر چہ وہ عادل ہوں اور یہی رائے صحیح ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے اشارہ المصنف إلى انه لاعبرة بقول المنجمين قال في غاية البيان ومن قال يرجع فيه إلى قولهم فقد خالف الشرع لأنه روى عنه انه قال عليه السلام من اتىٰ كاهناً اومنجماً فصدقه بماقال فهو كافر بماانزل على محمد ﷺ (البحر الرائق ۲/۲٦۰)

مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ منجمین (موسمیات والوں) کے قول کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ غایۃ البیان میں ہے کہ جس آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ میں علم نجوم والوں کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا تو اس نے شریعت مقدسہ کی مخالفت کی اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کے قول کو سچ مانا تو اس نے جھٹلایا وہ سب کچھ جو جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔

فلکیات والوں کے اقوال میں آئے دن تبدیلی:۔ اور انکے اقوال کا اعتبار اسلئے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انکے اقوال آئے دن بدلتے رہتے ہیں اور شریعت مقدسہ نے جو طریقہ ثبوت رؤیت ہلال کا بتایا ہے تو وہ ابدی اور فنی داؤ پیچ سے پاک ہے اسلئے مشہور و معروف فقیہ علامہ عبدالرحمٰن الجزائریؒ لکھتے ہیں لاعبرة بقول المنجمين فلاتجب عليهم الصوم بحسابهم ولامن وثق بقولهم لأن الشارع علّق الصوم على أمارة ثابتة لاتتغير أبداً وهي رؤية الهلال أوإكمال العدة ثلاثين يوماً اوأماقول المنجمين فهوإن كان مبنياً على قواعد دقيقة فنراه غير منضبط بدليل اختلاف آرائهم في أغلب الأحيان وهذاهورأى ثلاثة الائمة.

(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ۱/ ۵۵۱)

فلکیات والوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے کہ انکے قول (حساب) کے مطابق لوگوں پر روزہ واجب نہیں اور نہ ان لوگوں کے اعلان پر روزہ واجب ہے جو فلکیات والوں کے قول سے استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ شارع علیہ السلام نے روزے کو ایسے ثابت شدہ اَمارت (علامات) سے متعلق کیا ہے جو تبدیل نہیں ہوتے اور وہ چاند کا رؤیت بصری ہے یا مہینے کے تیس دن پورے کرنے ہیں جہاں تک فلکیات والوں کے قول کا تعلق ہو تو وہ جتنے بھی باریک اور تحقیقی قواعد پر مبنی ہو تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ ان کے قواعد کو ہم منضبط نہیں دیکھتے اسلئے اکثر انکی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کی رائے ہے اھ۔

امام شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے ایضاً مبنی الشرائع علی الامور الظاھرة عند الأميين دون العمق والحسابات النجومية بل الشريعة واردة بامهال ذكرها وهو قولهٗ إنا امة امية لانكتب ولانحسب

(بحوالہ رحمة الله الواسعة ۴/ ۱۳۰)

کہ شریعت کے احکام کا مدار ظاہری امور پر رکھا گیا ہے فنی موشگافیوں اور حسابات پر نہیں رکھا گیا بلکہ شریعت نے تو حسابات وغیرہ دارومدار رکھنے کی کوشش سے بھی روکا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم امی امت ہے اور حساب وکتاب نہیں کرتے۔

مذاہب اربعہ کا اتفاق: اور اسی پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ واتفق الائمة الاربعة على انه لا اعتبار بمعرفة الحساب والمنازل. (الميزان الكبرىٰ/ كتاب الصيام) چاروں ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ چاند کے ثبوت کیلئے حساب ومنازل کا کوئی اعتبار نہیں۔

رصد گاہی اعلانات کے عدم اعتبار پر جید اہل علم کے فتاویٰ: ان غیر یقینی تجربات کی

بناء پر اور اس متعارض آراء کے پیش نظر عالم اسلام کے مستند ارباب علم نے واضح الفاظ میں فتویٰ دیا کہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں رؤیت بصری کا اعتبار ہوگا۔ رصدگاہی اعلانات اور تخمینات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۱) فصلیۃ الشیخ عبداللہ بن بازؒ فرماتے ہیں کہ: فطری طور پر (اپنی آنکھوں سے) چاند نظر آنے پر ہی مکمل بھروسہ (تحقیق کے بعد) کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ رصدگاہوں اور دوسرے آلات سے مدد لینے کی ممانعت نہیں ہے لیکن ان چیزوں (آبزرویٹری کی حسابی پیش گوئی) پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو رؤیت کا معیار قرار دینا اس طور پر کہ رؤیت ان مشینی آلات کی شہادت کے بغیر تسلیم ہی نہ کیا جائے یہ قطعاً ممنوع ہے۔ (الشیخ عبداللہ بن بازؒ مفتی اعظم مملکت سعودیہ۔ ماہنامہ "الفرقان"، لکھنؤ اگست ۱۹۸۳)

(۲) مرکز علوم نبوت، دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم ہند کا عارفانہ فیصلہ: حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ ہلال کے سلسلہ میں ماہرین فلکیات کی موشگافیوں (نیومون کی حسابی پیش گوئی) کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس وہ لوگ جس دن رؤیت کو محض اپنے اصول کی بناء پر محال بتلائیں، لیکن شہادت شرعیہ سے رؤیت ثابت ہو جائے تو ان لوگوں کے اصول (آبزرویٹری کی حسابی پیش گوئی) کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ فیصلہ شہادت پر ہوگا' (فتاویٰ شامی صفحہ ۹۲، فتاوی ہندیہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود بلند شہری صاحب مدظلہ ' دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

مورخہ ۱۴ر رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۴/۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹

(۳) عدالت اسلامی (سپریم کورٹ) پاکستان کے جسٹس علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا جراتمندانہ فیصلہ: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ فلکیاتی

تحقیقات کے خلاف (نیومون سے پہلے) مسلمانوں میں سے اگر جم غفیر چاند دیکھنے کی شہادت دیں تو تحقیق کے بعد اسے تسلیم کرلیا جائے۔ "Astronomical Calculations میں فالٹ ہوسکتا ہے"

فائدہ: یعنی آبزرویٹری کے نصب کردہ مشینی آلات وغیرہ میں خرابی ہونے کا تو امکان ہے، مگر مسلمانوں میں ایک جماعت کی رؤیت کی شہادت شرعیہ کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔

(ماہنامہ "انٹرنیشنل البلاغ" کراچی صفحہ ۲۵ مئی ۱۹۹۹)

خیر القرون میں علم ریاضی کا تعارف:

اس لئے چاند کی رؤیت کے مسئلہ میں فلکی حسابات اور کمپیوٹر پر پورا اعتماد اور اس کو معیار نہیں بنانا چاہیے۔ جو شرعی طریقہ رؤیت ہلال ہے اسی کو اپنا صحیح راستہ بنانا ہے۔

ورنہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ریاضی کے یہ فنون آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے پہلے دنیا میں متعارف تھے اور خود آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں مصر، شام اور ہندوستان میں رصدگاہیں قائم تھیں۔ ان چیزوں کے معاملہ میں نہایت صحیح پیمانے پر پیش گوئیاں کی جاسکتی تھیں اور خلافت راشدہ کے دوسرے دور یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تو مصر اور شام اسلام کے زیر نگیں آچکے تھے۔ ہر فن کے ماہرین موجود تھے، اگر بالفرض عہد رسالت میں ایسے آلات کی کمیابی اس حکم کا سبب ہوتی تو فاروق اعظمؓ جیسا دانشمند امام کب اس کو گوارا کرتا کہ مجبوری اور نایابی کے سبب جو حکم دیا گیا تھا اس کو آج بھی باقی رکھے مگر تاریخ گواہ ہے کہ پورے خلافت راشدہ اور اس کے مابعد تمام عالم اسلام میں یہی اصول مانا گیا اور اسی پر امت کا عمل رہا (رؤیت ہلال ص ۱۹، ۲۰)

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ احکام کا مدار اس

رؤیت (یعنی چاند دیکھنے) پر ہے جو شرعاً معتبر ہو چاند کے چھوٹے بڑے ہونے سے استدلال کرنا یا اہل حساب کے قول کا اعتبار کرنا یا کسی تجربہ پر بنیاد رکھنا درست نہیں جیسا کہ بعض عوام چاند کے بڑے ہونے سے اور بعض پڑھے لکھے لوگ جنتری کے دیکھنے سے شبہ میں پڑ جاتے ہیں بعض لوگ اسی (ریاضی) قاعدہ کو قطعی سمجھ کر کسی مفتی پر، شاہدوں پر اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ضرور ہوتی ہے۔

بلکہ اس کی وجہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں الغرض محض قواعد ریاضیہ پر بناء کر کے تاریخ کی تعین کا قطعی حکم لگا دینا جائز نہیں کیونکہ اولاً مقدمات ریاضیہ (یعنی ریاضی حساب کے قواعد) بعض مخدوش بھی ہیں دوسرے اس سے قطع نظر شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا حدیث نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا، اس کی صریح نفی کر رہی ہے یعنی وقوع سے قطع نظر ان کا اعتبار کرنے کی نفی کر رہی ہے الخ،

(کیلنڈر و جنتری کے شرعی احکام ص ۲۹)

تو اس سے واضح ہوا کہ کمپیوٹر کے حسابات کے مطابق شاہدین کی گواہی پرکھنا جائز نہیں بلکہ رؤیت بصری کو ترجیح دی جائے گی اسلئے کہ انسان کو فلکی حسابات کا مکلف نہیں ٹھہرایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے نو سال روزے رکھے مگر اس میں صرف ایک یا دو رمضان تیس کے تھے اور بقیہ انتیس کے تھے۔

بعض اہل علم کی طرف سے رویئت ھلال میں فلکیاتی حساب کے دخل کے اقوال:۔

اگرچہ بعض ائمہ کی طرف رویئت ھلال میں حساب و کتاب کو اعتبار دینے کے اقوال منسوب ہیں۔ جیسے ابن شریح، علامہ سبکی اور علامہ زاھد الکوثریؒ کے اسماء لیے جاتے ہیں مگر ان کی اس رائے کو جمہور اہل علم کے علاوہ اس کے مذہب کے علماء نے بھی رد کر دیا ہے۔ بلکہ اس کو روافض کی موافقت قرار دیا اور اس کو باطل مذہب کہا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم (الروافض) قال الباجی واجماع السلف الصالح حجة عليهم وقال ابن بزيزه وهومذهب باطل فقدنهت الشريعة عن الخوض فی علم النجوم لانهاحدس وتخمين ليس فيها قطع ولاظن غالب

(فتح الباری ۱۰۲/۴)

بعض فقہائے کرام سے روافض کی موافقت منقول ہے مگر علامہ باجیؒ نے فرمایا ہے کہ سلف صالحین کا اتفاق ان پر حجت ہے۔ اور ابن بزیزہؒ نے فرمایا ہے کہ یہ مذہب باطل ہے اور شریعت مقدسہ نے علم نجوم میں خوض (گہرائی) سے منع کیا ہے اس لئے کہ یہ علم خیالات اور تخمینات پر مبنی ہے اس میں کوئی قطعیت یا ظن غالب نہیں۔

بلکہ علامہ شامیؒ نے علامہ سبکیؒ کے قول کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے کہ

وفی فتاویٰ الشهاب الرملی الشافعی سئل عن قول السبکی لوشهدت بينة برؤية الهلال ليلة الثلاثين من الشهر وقال الحساب بعدم امكان الرؤية تلک الليلة عمل بقول اهل الحساب لأن الحساب قطع والشهادة ظنیّ. فاجاب بأن المعمول به فی المسائل الثلاث ماشهدت به البينة لأن الشهادة نزلها الشارع منزلة اليقين وماقاله السبکی مردود ردّه عليه جماعة من المتاخرين بل ألغاه بالكلية بقوله نحن امة امية لانكتب ولانحسب الشهر هكذا وهكذا وقال ابن دقيق العيد الحساب لايجوز الاعتماد عليه فی الصلوٰة انتهی والاحتمالات التی ذكرها السبکی بقوله ولأن الشاهد قديشتبه عليه الخ لااثرلها شرعاً لامكان وجودها فی غيرها من الشهادات

(ردالمحتار ۳۸۷/۲)

علامہ شہاب الرملی الشافعی کے فتاویٰ میں ہے کہ علامہ سبکیؒ کے اس قول کہ مہینے کی تیسویں رات کو چاند کی رؤیت کی شہادت ہوئی اور اس رات فلکی حساب سے امکان رؤیت نہ تھا تو اہل حساب کے قول پر عمل کیا جائے گا اس لئے کہ حساب قطعی ہے اور شہادت ظنی کیا اس پر عمل کیا جائے یا نہیں؟

تو آپؒ (شہاب رملیؒ) نے جواب دیا کہ تینوں مسائل میں عمل اس پر کیا جائے گا جس پر گواہ گواہی دے اس لئے کہ شارع علیہ السلام نے گواہی کو یقین کے درجہ میں لیا ہے اور جو کچھ سبکیؒ نے کہا ہے مردود ہے اور متاخرین کی ایک بڑی جماعت نے اس کو رد کیا ہے۔ بلکہ اس کو کلیۃً لغو قرار دیا ہے اسلئے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہم امی امت ہے، ہم حساب و کتاب نہیں کرتے بلکہ مہینہ اتنا اتنا ہوتا ہے بلکہ علامہ ابن دقیق العیدؒ نے لکھا ہے کہ نمازوں میں بھی حساب کا اعتبار نہ ہوگا اھ اور جو احتمالات سبکیؒ نے ذکر کیے ہیں کہ شاید گواہ کو اشتباہ ہو چکا ہو تو شرعاً اس پر کوئی دلیل نہیں اسلئے کہ یہ امکانات دوسری شہادتوں میں بھی ممکن ہیں۔

اور ابن شریح کے قول کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن عربی مالکیؒ شارح ترمذی میں لکھتے ہیں:

اوہ یا ابن شریح این مسالتک الشریعة واین صوارمک السریحیة تسلک هذاالمضیق فی غیر الطریق وتخرج إلی الجهل عن العلم والتحقیق مالمحمدوالنجوم......فانک لم تقرا امانحن امة امیة لانحسب ولانکتب الشهر هکذاوهکذاواشاربیدیه الکریمتین ثلاث اشارات وخنس بابهامه فی الثالثة فاذاکان یتبرا من الحساب الاقل بالعقدالمصطلح علیه مبینابالیدین تنبیها علی التبری عن اکثرمنه فماظنک بمن یدعی علیه بعد ذالک ان یحیل علی حساب النیرین

وینزلھاعلی درجات فی افلاک غائباً ویقرنھا اجتماع واستقبال حتی یعلم بذالک استھلال۔ (عارضۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ۲۰۸/۳)

اے ابن شریح کہاں ہے تیرا مسئلہ شرعیہ؟ تو کشادہ راستہ چھوڑ کر ان تنگ راستوں پر جاتا ہے اور تو علم اور تحقیق سے نکل کر جہالت کی طرف بڑھتا ہے، حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور نجوم کی آپس میں کیا نسبت ہے؟ گویا تو نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا کہ ہم امی امت ہیں ہم حساب وکتاب کو نہیں جانتے۔ مہینہ اتنے اتنے اتنے کا ہوتا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک سے تین بار اشارہ کیا اور آپ ﷺ نے تیسری بار اپنے انگوٹھے کو بند کر لیا۔

اسلئے کہ اسلام ایک سادہ اور مشکلات سے پاک مذہب ہے۔ اور ظاہر امور پر چلنا ہی دین ہے اس میں کسی بھی فنی موشگافیوں کو جگہ دینا اس کی اصلی روح کو مجروح کرنا ہے جس کی اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا۔

فلکی حسابات یا کمپیوٹر تھیوری سے شہادت پرکھنا: جو حضرات رویت ھلال کے مسئلے میں فلکیاتی تحقیقات کو دخل دیتے ہیں ان کے ہاں شھادت پرکھنے کا عملاً معیار بھی فلکی حسابات اور کمپیوٹر کا تصویری نقشہ ہے اور اس بارے میں یہ حضرات متقدمین علماء میں سے علامہ سبکی اور متاخرین میں شیخ کوثریؒ کا حوالہ دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

کہ متقدمین میں بھی السبکیؒ اور علامہ کوثریؒ اور کئی اکابر نے شہادت کے تزکئے اور اس کو حقیقت کے قریب لانے پر زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ السبکیؒ نے تو اس شخص کو ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ قرار دینے پر زور دیا ہے۔ جس کی شہادت قطعیات کے خلاف ثابت ہو۔ (فہم الفلکیات ۱۵۷، ۱۵۸)

اور یہی بات ایک نجی ٹی وی پر ایک مکالمہ میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے موجودہ چیئرمین

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے بھی کہی تھی کہ جب شہادت قرائن قطعیہ کے خلاف ہوتو اس شہادت کوقبول نہ کیا جائے گا۔ چونکہ ابزرویٹری والوں کے تحقیقات قطعی ہیں اس لئے ان کی تحقیق کے مطابق جب امکان رؤیت نہ ہوتو شہادت قبول نہ کی جائے گی۔

الجواب: لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ جن اکابر علماء کی طرف فلکی حسابات اور علم ھیئت پر عمل کرنے اور اعتماد کرنے کوضروری سمجھنے کے اقوال کی نسبت کی گئی ہیں بعض کی طرف تو اس قول کی نسبت ہی قابل نظر ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے:

قال ابن عبدالبر لایصح عن ابن مطرف واماقتیبة فلیس هوممایرجع الیه فی مثل هذا (فتح الباری ۴/ ۱۰۴)

کہ ابن مطرف سے یہ قول صحیح نہیں البتہ جہاں تک قتیبہؒ کا تعلق ہے تو وہ اس مقام پر نہیں جسکی طرف اس قسم کے مسائل میں رجوع کیا جائے اور علامہ جصاص رازیؒ نے تصریح کی ہے کہ فالقائل باعتبار منازل القمر وحساب المنجمین خارج عن حکم الشریعة ولیس هذاالقول ممایسوغ الاجتهاد فیه دلالته الکتاب ونص السنة واجماع الفقهاء بخلافه (احکام القرآن ۱/ ۲۰۲)

منازل قمر اور فلکیات کے حساب اعتماد کرنا حکم شریعت سے خارج ہے اور یہ ایسی چیز نہیں جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو کیونکہ کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع فقہاء کے دلائل اس کے خلاف ہیں۔ اور شارح ابی داؤد نے لکھا ہے:

وحسبک فی ابطال العمل بالحساب والتنجیم قوله تعالیٰ لایعلم من فی السموات والارض الغیب الاالله وقوله ﷺ من اتیٰ عرافاً اوکاهناً فصدّقه بمایقول فقد کفربماانزل علی محمد ﷺ لاحمدوالحاکم اومن احادیث المصابیح من اقتبس علماً من النجوم اقتبس شعبة من

(المنهل العذب المورود شرح ابی داؤد ۱۰/۳۷)

السحر

تیرے لئے علم اعداد اور علم نجوم کے باطل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی قول کافی ہے کہ آپ فرما دیجئے آسمان اور زمین میں غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد کہ جو آدمی علم نجوم جاننے والے یا کاہن کے پاس گیا اور جو کچھ اس نے کہا اور اس نے اس کی تصدیق کی تو اس نے کفر کیا اس دین کا جو حضور اقدس ﷺ پر اتارا گیا اور مصابیح کی احادیث میں ہے کہ جس نے علم نجوم سے کچھ سیکھا اس نے جادو کے ایک حصہ کو حاصل کیا۔

توجب رسول اللہ ﷺ نے علم نجوم اور اس کے حساب و کتاب کی تردید کی ہے اور اس کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے تو اگر بعض حضرات اس پر اعتماد کے قائل بھی ہو جائیں تو اس سے شرعی مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا

قول مرجوع پر فتویٰ اصول کے خلاف ہے:

کیونکہ مرجوح قول پر فتویٰ دینا یا اس کو معمول بہ قرار دینا اصولاً درست اور صحیح نہیں، علامہ ابن عابدینؒ نے مرجوح قول کو بلاضرورت ترجیح دے کر معمول بہ قرار دینے کو خلاف اجماع قرار دیا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں: واما الحکم و الفتیا بما ھو مرجوح فخلاف الاجماع

(شرح عقود رسم المفتی ص ۱۹)

مرجوح قول پر فتویٰ اور فیصلہ کرنا خلاف اجماع ہے۔

اور مزید لکھتے ہیں و مذھب الحنفیۃ المنع عن المرجوح حتی لنفسہ لکون المرجوح صار منسوخا (شرح عقود رسم المفتی ص ۱۲۸)

حنفیہ کے ہاں مرجوع قول پر خود عمل کرنا بھی جائز نہیں اس لئے مرجوح بمنزلہ

منسوخ ہوتا ہے۔

تو اس لئے علامہ سبکیؒ اور دوسرے اکابر کے اقوال کو معمول بھا قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کے اقوال کو معمول بھا قرار دینا ایک اجماعی فیصلہ کو توڑنا ہے

بعض اہل علم کے قول کا جواب:۔ اور جہاں تک بعض اہل علم کے قول کا تعلق ہے کہ جب شہادت قرائن قطعیہ کے خلاف ہو تو اس شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اپنے مقام پر درست ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فلکی حسابات یا ابزرویٹری کی تھیوری قرائن قطعیہ میں سے ہے یا نہیں۔

ابزرویٹری کی تھیوری ظنی ہے: تو فقہاء کرام اور خود فلکیات کے ماہرین کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے کہ فلکی حسابات قطعی نہیں۔ اس کے علاوہ امکان رؤیت کے مسئلہ میں بھی ماہرین فلکیات کے تعین میں اختلاف ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ فلکی حسابات قطعی نہیں۔ اس لئے مفتی صاحب کا قول خلاف حقیقت ہے۔ مہینے کے ۲۹ دن کا پورا ہونا قرائن قطعیہ میں سے ہے کہ ۲۹ کے غروب آفتاب کے بعد تیسویں کے شام کو چاند کی رؤیت ممکن ہے اور جب ۲۹ کے غروب آفتاب کے بعد چاند دیکھنے کی شہادت آئی تو اس صحیح شہادت کو قبول کیا جائے گا چاہئے ماہرین فلکیات اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فلکیات والوں کے عدم امکان رؤیت کے اعلان کے باوجود رؤیت: اسلئے کہ فلکی حسابات تجربات اور تخمینات پر مبنی ہیں۔ اور وقتی تجربات کے ساتھ سابقہ تجربات بدلتے رہتے ہیں ایک وقت ایسا تھا کہ آبزرویٹری والوں نے یہ اعلان کیا تھا کہ نیومون برتھ کے بعد جب ۵۰ گھنٹے گزر جائیں تب چاند کی رؤیت بصری ممکن ہوگی۔ پھر کچھ مدت کے بعد انہوں نے اپنی

رائے بدل دی اور اعلان کیا کہ تخلیق چاند کے بعد جب چاند پر ۳۲ گھنٹے گزر جائیں تو چاند رؤیت کے قابل ہوگا۔ اور پھر انہوں نے اعلان کیا کہ جب چاند پر ۳۰، ۲۵ گھنٹے گزر جائیں تو چاند کی رؤیت ممکن ہوگی۔ اور اب انکا کہنا ہے کہ چاند پر تخلیق کے بعد جب ۱۴، ۱۵ گھنٹے گزر جائیں تو چاند قابل رؤیت ہوتا ہے بلکہ ایک قول ۹ گھنٹے کا بھی ہے۔

اسی وجہ سے ان ماھرین فلکیات کے متضاد دعوے بھی سامنے آئے ہیں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے ان ماہرین کے متضاد دعوؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا کوئی احتمال نہ رہتا۔ سائنس کی نئی ترقیات اور فن ریاضی وفلکیات کی جدید ترقیات کا آج کی دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفے اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے خلاف مشاہدہ کرادیا۔ لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے اس کی تغلیط آئندہ کوئی نہیں کر سکے گا، آئندہ کو چھوڑ کر اسی موجودہ دور میں اسی درجہ کے دوسرے ماہرین اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں۔

اس عید کے ہنگامہ میں جو کراچی اور پاکستان میں پیش آیا ہماری اس بات کی تصدیق اسی فن کے ماہرین کی طرف سے ہوگئی۔

کراچی میں محکمہ موسمیات نے ایک ہفتہ پہلے سے یہ اعلان کردیا تھا کہ ۲۹ رمضان جمعہ کے روز غروب آفتاب کے بعد چاند تقریباً اکیس منٹ افق پر رہے گا اور دیکھا جاسکے گا۔ جو کراچی کے تمام اخبارات میں شائع ہوا۔

دوسری طرف پنجاب یونیورسٹی کی رصدگاہ کے ذمہ دار افسر بھٹی صاحب کا مندرجہ

ذیل اعلان ۲۹ رتاریخ کی شام کو کراچی کے اخبار ایوننگ اسٹار میں شائع ہوا جس کا متن یہ ہے ''گزشتہ شام کو مسٹر بھٹی نے پریس کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ یہ پیشن گوئی (یعنی محکمہ موسمیات کی پیشن گوئی) غلط ہے اور مزید کہا کہ جمعہ کے دن ہلال عید نظر آنے کے غالبًا بہت کم امکانات ہیں' مسٹر بھٹی نے اپنے دعوی کی تائید میں دو دلیلیں پیش کیں' اول یہ کہ ہلال کا سائز اور اس کی روشنی اس قدر کم ہوگی کہ معمولی نگاہیں دیکھ نہ سکیں گی۔

یونیورسٹی پنجاب کے ماہر نجوم نے دوسری بات یہ بتلائی کہ غروبِ آفتاب کے نصف گھنٹہ کے اندر ہی ہلال غروب ہو جائے گا اور آسمان پر اس قدر تاریکی نہیں چھا سکتی جس میں منحنی اور باریک چاند نظر آ سکے۔ مسٹر بھٹی نے یہ بھی کہا کہ محکمہ موسمیات کی رویت ہلال کی پیشن گوئی سے بڑی گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ ہے اور عید الفطر کے انتظامات کرنے والوں کے لئے بڑی دشواری کا باعث ہوگا'' (ایوننگ اسٹار جمعہ ۲۹ رمضان ۱۳۸۰ھ' ۱۷ رمارچ ۱۹۶۱)

پھر ۲۱ رمارچ کو پی پی آئی کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ رصد گاہ کے حکام نے کہا کہ: ''عید کے چاند کے مسئلہ پر جو خلفشار پیدا ہوا ہے اس سلسلہ میں محکمہ موسمیات اور دوسرے افراد کے بیانات سے متعلق لوگ مسلسل یہ پوچھ رہے ہیں کہ ان بیانات میں کہاں تک صداقت ہے۔ ان حکام نے کہا کہ پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ نے اس سلسلہ میں پہلے ہی ایک واضح موقف اختیار کیا تھا کہ جمعہ کی شام کو عام حالات میں دُوربین کی مدد کے بغیر چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ان حکام نے کہا کہ چاند دکھائی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسکی مدت ایک دن یا اس سے زیادہ ہو۔ جبکہ محکمہ موسمیات نے جو مدت بتائی ہے وہ اعشاریہ ۷ یا گھنٹے دن تھی۔ مزید برآں کراچی میں چاند نظر آنے کا جو وقفہ بتایا گیا ہے وہ ۱۸ منٹ ہے۔ اس وقفہ میں

چاند کا ارتفاع ۵.۳ ڈگری تھا۔ان حکام نے کہا کہ اس ارتفاع پر تو معمولی حالات میں پورا چاند بھی نظر نہیں آسکتا جبکہ ہلال کی روشنی چاند کی روشنی کا ہزارواں حصہ تھی“

(جنگ کراچی ۲۱ر مارچ ۱۹۶۱)

محکمہ موسمیات کراچی اور رصدگاہ پنجاب کے ان دو مختلف بیانوں میں یہ ظاہر ہے کہ ایک صحیح اور دوسرا غلط ہے۔ میں نے اگرچہ اس فن کو قدیم اصول کے تحت پڑھا اور پڑھایا ہے مگر اس فن میں میرا اشتغال نہیں رہا اور میں اس کا ماہر نہیں۔اس لئے اس کا فیصلہ تو ماہرین ہی کے سپرد ہے کہ ان میں کون سا صحیح اور کون سا غلط ہے۔لیکن اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہوگئی کہ ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی اور یقینی کہنا محض خوشگمانی ہے۔صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔

(رؤیت ہلال ص ۲۷، ۳۰)

رصدگاہوں کے اعلان کے خلاف مشاہدے:

آراء کا یہ اختلاف یہ بتاتا ہے کہ فلکیات والوں کے پاس کوئی قطعی اور یقینی رائے نہیں۔جو یہ بتا سکے کہ چاند اپنی تخلیق کے اتنے گھنٹوں کے بعد دیکھنے کے قابل ہوگا۔اس لئے ان کے عدم امکان رؤیت کے اعلانات کے باوجود چاند کی رؤیت شہادت ہوچکی ہے اور ان شہادتوں کے مطابق قضاۃ اور مفتیان نے رمضان کرام وعیدین کے فیصلے کئے ہیں۔

(۱) چنانچہ ۱۹۸۶ء میں مراکش میں آبزرویٹری والوں کے اصولی فیصلے اور امکان رؤیت کے خلاف نیومون کے چھ گھنٹے کے بعد چاند نمودار ہوا۔مراکشی مسلمانوں نے دیکھا قاضی حضرات کے سامنے شہادت و گواہی کے بعد قاضی اور حکومت نے اسے سچ اور صحیح تسلیم کر کے صبح عید ادا کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

(۲) اسی طرح ۱۹۸۷ء میں چاند کی پیدائش (نیومون) کے صرف ڈیڑھ گھنٹے کے بعد دہلی اور میرٹھ کے مسلمانوں نے عیدالفطر کا چاند دیکھا۔شہادت اور گواہی وغیرہ پوری تحقیقات کے بعد دہلی جامعہ مسجد کے شاہی امام بخاری صاحب نے عیدالفطر کے ادا کرنے کا فیصلہ فرمادیا۔

(۳) ۱۹۸۹ء میں مصر کے علاقہ اسوان کے ایک شہر میں مسجد کے امام صاحب نے مع چند مسلمانوں کے یکم شعبان کا چاند نیومون ہونے سے بھی ڈھائی گھنٹے پہلے دیکھا ان کی شہادت و گواہی مقامی قاضی نے تحقیق کے بعد قبول کرلی پھر وہاں کے گورنر کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا انہوں نے اس کی تصدیق کے بعد تسلیم کر کے جامع ازھر کے شیخ جادالحق علی صاحب کی خدمت میں پیش کیا' جامع ازھر کے شیخ نے اس رؤیت کو صحیح قرار دیتے ہوئے پہلی شعبان کا اعلان فرمایا' اس اعلان کے بعد شیخ ازھر نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا یہ رؤیت بصری وشہادت معتبر اور صحیح ہے کیونکہ شریعت مطہرہ میں رصد گاہی آبزرویٹری کے نیومون کے قواعد کا رؤیت ہلال کے بارے میں اعتبار نہیں کیا گیا اور رؤیت بصری کو یقینی درجہ دیا گیا ہے۔ (قول فیصل در مسئلہ رؤیت ہلال ص ۴۴'۴۵)

(۴) اسی ۲۳ ستمبر ۲۰۰۶ کو محکمہ موسمیات و فلکیات والوں نے اعلان عدم امکان رؤیت کے باوجود صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں نے چاند دیکھا اور انہی شہادتوں پر سرحد حکومت اور علماء ومفتیان نے فیصلہ دیا کہ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۶ء کو رمضان کا پہلا روزہ ہوگا۔

(۵) اسی طرح ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں شوال کا چاند دیکھا گیا اس رؤیت کو قبول کر کے صوبہ سرحد کے علماء نے ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو عیدالفطر کا اعلان

کیا مگر مرکزی رؤیت ھلال کمیٹی نے محکمہ موسمیات والوں کے کہنے پر صوبہ سرحد کی شہادتیں اس لئے قبول نہیں کہ پاکستانی ماھرین فلکیات کے مطابق رؤیت کے وقت چاند کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی مگر 25 اکتوبر 2006ء کو روزنامہ خبریں میں yahoo.com کے حوالہ سے امریکہ کے محکمہ موسمیات کی تحقیق نقل کرتے ہوئے بیان جاری کیا ہے کہ زندگی کے 57 گھنٹے گزرنے کے بعد بالآخر مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو شوال کا چاند نظر آ گیا اور آج سوائے صوبہ سرحد کے ملک کے دیگر صوبوں میں چاند کے معرض وجود میں آنے کے چوتھے روز اہالیان وطن عیدالفطر منائینگے۔ یاہوویدر کے مطابق موجودہ چاند 9 فیصد ظاہر ہو چکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ظاہر ہوئے تین روز ہو چکے ہیں۔ محکمہ موسمیات کے مطابق موجودہ شوال کا چاند اتوار 22 اکتوبر کو دن کے 10 بجکر 45 منٹ میں چاند کی زندگی کا آغاز ہو گیا تھا اور اتوار کے روز جب یہ غروب ہوا تھا تو چاند اپنی زندگی کے ساڑھے 6 گھنٹے کا سفر طے کر چکا تھا۔

لہذا اگر ہمارے ملک میں رؤیت کا نظام صاف ستھرا اور ہر قسم کے تعصبات سے پاک صاف ہوتا تو پیر 23 اکتوبر کو شرعی لحاظ سے عید بالکل درست تھی اور دنیا کے تمام ممالک کی طرح پاکستان میں بھی پیر کے روز عیدالفطر منائی جاسکتی تھی۔ اس سے صوبوں اور عوام کے درمیان نفرت بھی پیدا نہ ہوتی اور مسلمان اللہ اور رسول کے احکامات پر اپنا مذہبی تہوار منالیتے۔ مگر افسوس کہ اتنا بڑا مذہبی تہوار آپس کے اختلافات کی نذر کر دیا گیا ہے اور آج ملک کے عوام جو عید منا رہے ہیں اس چاند کی عمر 68 گھنٹے سے زائد ہو چکی ہے اور اس لحاظ سے آج اسے معرض وجود میں آئے ہوئے چار روز ہو گئے ہیں۔

(٦) <u>پروفیسر محمد الیاس کا ایماندارانہ فیصلہ:</u> اسی طرح ڈیوز بری (یو۔ کے)

میں ایک مشہور عالم دین کے ہاں' مشہور و معروف ماہر فلکیات' پروفیسر محمد الیاس ملیشیا تشریف لائے۔اسوقت وہاں برطانیہ کے ایک بڑے بزرگ عالم بھی موجود تھے۔ان ماہر فلکیات سے دریافت کیا گیا کہ یہاں برطانیہ کے ایک شہر میں (۱۴۰۷ میں) بڑی تعداد میں علماء صلحا اور دیندار مسلمانوں نے مل کر نیومون کے پانچ گھنٹے کے بعد چاند دیکھا اسکے متعلق آپ کیا فرمائیں گے؟ تو پروفیسر محمد الیاس صاحب نے جواب دیا' اس کا خلاصہ یہ ہے مولانا! نیومون کے چند گھنٹے کے بعد چاند کا دکھائی دینا یہ ہمارے فلکیاتی تحقیقات اور اصول کے تو بالکل خلاف ہے' فلکیاتی اصول تو یہ کہتا ہے کہ امکان رؤیت سے پہلا چاند نظر نہیں آسکتا۔مگر چونکہ میں ایک مسلمان ہوں۔مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارے علماء کرام شریعت مطہرہ کی روشنی میں چاند کے سلسلہ میں جو بھی فیصلہ کریں میں اسے تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں' کیونکہ علماء کرام اور بزرگان دین یہ قرآن وحدیث کے امین اور زیادہ جاننے والے ہوتے ہیں۔اسکے علاوہ سائنس اور آبزرویٹری وغیرہ کی تحقیقات بدلتی رہتی ہے۔مگر قرآن وحدیث کے اصول واحکامات قیامت تک بدل نہیں سکتے۔اسلئے میں قرآن وحدیث کو چھوڑ کر آبزرویٹری کی تھیوری پر عمل نہیں کرسکتا۔(ولن تجدلسنة الله تبديلا)

نامور ماہر فلکیات نے فقہاء محدثین کے فیصلوں کا ادب واحترام کرتے ہوئے رؤیت بصری کی شہادتوں کو (فلکیات کے خلاف) بسروچشم قبول فرمالیا۔

(بحوالہ قول فیصل درمسئلہ رؤیت ہلال۔ص ۱۰۴)

اسی طرح بہت سارے مشاہدات ہیں جو فلکیاتی اعلانات کے خلاف سامنے آچکے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فلکیاتی اعلانات اوران کا حساب وکتاب قطعی نہیں۔

ماہرین فلکیات کا اعتراف: اوراس بات کا اعتراف خود ماہرین فلکیات کرچکے ہیں' چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم وفلکیات' ابوریحان البیرونی'

جوان فنون کے بے نظیر امام مانے جاتے ہیں اور اب بھی ان کی امامت مسلم ہے، روسی ماہرین نے کہا ہے کہ ہم نے ان کی تحقیقات سے راکٹ وغیرہ کے مسائل میں بڑا کام لیا۔ نئے آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ان علماء الهيئة مجمعون على ان المقادير المفروضة فى اواخر اعمال رؤية الهلال هى ابعادلم يوقف عليها الا بالتجربة و للمناظر احوال هندسية يتفاوت لا جلها المحسوس بالبصر فى العظم والصغر وفى ما اذ تأملها متأمل منصف لم يستطع بت الحكم على وجوب رؤية الهلال او امتناعها (آثار باقیہ ص ۱۹۸، طبع ۱۹۲۳ء لیزک)

''علماء ریاضی وہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی معلوم کیا جاسکتا ہے اور مناظر کے احوال مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کے سائز میں چھوٹے اور بڑے ہونے کا فرق ہوسکتا ہے اور فضائی اور فلکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کر سکے گا۔ اسی طرح کشف الظنون میں بحوالہ زیچ شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ یہی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے۔

(کشف الظنون۔ص ۹۶۹۔ج ۲) بحوالہ رؤیت ہلال ص ۳۲، ۳۱

(۲) مشہور اور معروف سکالر جناب ضیاء الدین لاہوری صاحب نے رؤیت ہلال کے پیشگی تعین کے بارے میں ماہرین فلکیات کی آراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

<u>یونیورسٹی آف لندن کی آبزرویٹری کا اعتراف:</u> میں راقم نے اس سلسلہ میں سب سے اول یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری اور رائل گرین وچ آبزرویٹری سے استفسار کیا......

اس کے جواب میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری شعبہ فزکس وعلوم فلکیات کی ماہرانہ رائے کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

''آپ کے دوسرے استفسار کے متعلق' کہ آیا رصد گاہی سائنسدان کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشن گوئی کی جا سکے' مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس خاص مسئلہ پر قضاۃ سعودی عرب کے اراکین کے ساتھ میرے طویل مذاکرات ہوئے اور یہ معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی کوئی بھی تجویز یقینی طور پر قرآن مجید کی ضروری شرائط سے تقریباً متصادم ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ درحقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے کہ اس موقع پر اسلام کی ضروری شرائط پوری کی جا سکیں۔

(رؤیت ہلال موجودہ دور میں ص ۱۶ تا ۱۸)

گرین وچ (لندن) کا اعتراف: اور مزید لکھتے ہیں کہ اب رصدگاہ گرین وچ کی سائنس ریسرچ کونسل کے فلکیاتی معلوماتی قرطاس نمبر ۶ کا ترجمہ پیش خدمت ہے: ''ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیشن گوئی کرنا ممکن نہیں کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنہیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار نظر آ جانے کیلئے کافی ہوں۔ چونکہ یہ امر واضح ہے کہ رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیش گوئی غیر یقینی ہوتی ہے۔

(رؤیت ہلال موجودہ دور میں ص ۲۱)

اب جب معلوم ہوا کہ رؤیت ھلال کے بارے میں ماھرین فلکیات کے پاس کوئی قطعی اور حقیقی طریقہ نہیں ہے جس سے چاند کی رویئت ممکن ہو جائے۔

فصل دوم

چاند دیکھنے کی سعی فرض کفایہ ہے: اس لئے مسلمانوں پر یہ لازم بلکہ فرض کفایہ ہے کہ وہ شعبان ، رمضان اور ذیقعدہ کے انتیس تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت اُفق پر چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ روزہ اور حج ارکان دین میں سے ہے جو چاند دیکھنے پر موقوف ہے۔ (مأخوذ کتاب الفقہ ۱/۸۹۲، بحوالہ مسائل روزہ ص۳۰)

اور فتاوی ہندیہ میں ہے یجب ان یلتمس الناس الهلال فی التاسع والعشرین من شعبان وقت الغروب فان رأوه صاموه وان غم أكملوه ثلاثين يوماً (الفتاوى الهندية ۱/۱۹۷) اور واجب ہے کہ لوگ شعبان کی انتیس تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت چاند کو تلاش کریں اگر انھوں نے چاند دیکھا تو روزہ رکھیں اور اگر ان پر چاند مخفی ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کریں

اسی طرح علامہ مرغینانیؒ نے لکھا ہے وینبغی للناس ان یلتمسواالهلال فی الیوم التاسع والعشرين من شعبان فان راوه صامواوان غم عليهم أكملوعدة ثلاثين يوماً ثم صامواقال العلامة ابن همام قوله ينبغي اى يجب عليهم وهوواجب على الكفاية (فتح القدير ۲/۳۴۳)

لوگوں کو چاہیے کہ وہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کریں اگر انھوں نے دیکھا تو روزہ رکھیں اور اگر چاند ان پر مخفی ہو جائے تو تیس دن پورے کر کے پھر روزہ رکھیں علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے ینبغی سے مراد یجب علیهم ہے اور یہ وجوب علی الکفایہ ہے۔

تخلیق چاند کی قطعی مدت:۔

چاند کی یہ تلاش مہینے کی انتیسویں دن کو زوال کے بعد مغرب کے وقت کیا جائے گا کیونکہ

انتیسویں دن کوزوال کے بعد تخلیق چاند یقینی ہے اس لئے اگر فلکیاتی تحقیقات انتیسویں دن کو بھی تخلیق چاند کی نفی کریں تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے

وفی الاختیار یجب التماسه فی یوم التاسع والعشرین وقت الغروب بعدالزوال (البحرالرائق ۲/۴۶۰)

الاختیار میں ہے کہ 29 تاریخ کوزوال کے بعدغروب آفتاب کے وقت افق پر چاند تلاش کرنا واجب ہے۔

چاند دیکھنے کی گواہی دینالازمی ہے: اور جب ۲۹ انتیس تاریخ کوزوال کے بعد مغرب کے وقت چاند نظر آئے تو دیکھنے والے پر چاند دیکھنے کی گواہی دینالازم ہے کما فی **الهندية : اذارأی الواحدالعدل هلال رمضان یلزمه ان یشهد بها فی لیلة حراً کان اوعبداً ذکراً کان اوانثی حتی الجارية المخدرة تخرج وتشهد بغیراذن مولاها والفاسق اذارأه وحده یشهد لان القاضی ربما یقبل شهادته** (الفتاوی الهندية ۱/۱۹۷)

جب ایک ہی عادل شخص رمضان کا چاند دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسی رات چاند کی رؤیت کی گواہی دے چاہے دیکھنے والا آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ باندی (کنیز) بھی اگر چاند دیکھے تو گواہی کے لئے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر قاضی کے پاس شہادت دینے کیلئے چلی جائے اور فاسق بھی اگر اکیلا چاند دیکھے تو وہ بھی گواہی دے گا اس لئے کہ قاضی کبھی کبھی اس کی گواہی کوقبول کرتا ہے۔

بلکہ رمضان کے چاند کی رؤیت کے بارے میں فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ **اذارأی الامام اوالقاضی هلال رمضان وحده فهو بالخيار بين ان**

ینصب من یشهد عنده وبین ان یامر الناس بالصوم بخلاف هلال الفطر والاضحیٰ (الفتاویٰ الهندیة ۱/۱۹۷)

جب امام یا قاضی اکیلے رمضان کا چاند دیکھیں تو اس کو اختیار ہے کہ چاہئے اپنی رؤیت پر گواہ قائم کر کے اس سے گواہی لے لے یا لوگوں کو بغیر اس کے روزہ رکھنے کا حکم دے بخلاف عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

رؤیت کے دو اجزاء: مگر چاند کی رؤیت کے سلسلہ میں دو اجزاء درکار ہوتے ہیں (۱) چاند کی رؤیت (۲) اور اس رؤیت کی شہادت، اجراء احکام کے لئے چاند کا صرف افق پر ہونا کافی نہیں بلکہ چاند کی رؤیت کے ساتھ ساتھ اس رؤیت کی شہادت اور گواہی بھی ضروری ہے اس لئے کہ چاند کا صرف افق پر موجود ہونے سے روزہ اور عید کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ چاند کا اتنا ہونا ضروری ہے کہ عام آنکھوں سے اس کی رؤیت ممکن ہو۔

اس لئے اگر کسی شخص نے تنہا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی قبول نہ ہوئی تو وہ شخص صبح عید نہیں منائے گا بلکہ وہ بھی اسی دن روزہ رکھے گا اگر چہ چاند دیکھنے والا شخص قاضی یا حاکم وقت کیوں نہ ہو اور اگر اس نے اس دن روزہ نہ رکھا تو اس پر اسی دن کی قضاء لازم ہوگی۔ کما فی الهندیة : رجل رأی هلال الفطر وشهد ولم تقبل شهادته کان علیه ان یصوم فان افطر ذلک الیوم کان علیه القضاء دون الکفارة کذا فی قاضی خان. ولو رای الامام وحده او القاضی وحده هلال شوال لایخرج الی المصلیٰ ولایامر الناس بالخروج ولایفطر لاسراً ولاجهراً کذا فی السراج الوهاج (الفتاوی الهندیة ۱/۱۹۸)

اگر کسی شخص نے شوال کا چاند دیکھا اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی مگر اس کی گواہی قبول نہ ہوئی تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی دن روزہ رکھے اور اگر اس نے اس دن

افطار کیا تو اس پر قضاء لازم ہے کفارہ نہیں اور اگر امام یا قاضی نے اکیلے چاند دیکھا تو وہ نہ خود عیدگاہ جائے گا اور نہ لوگوں کو نکلنے کا حکم دے گا نہ سراً افطار کرے گا اور نہ جھراً۔

اثبات رؤیت کے لئے تعداد شہداء: اسلئے کہ قبول شہادت کے شرعاً کچھ اصول اور شرائط ہیں۔قبول شہادت میں ان شرائط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔امکان رؤیت کیساتھ ساتھ شرعی اصول کے مطابق اگر افق پر بادل یا گردوغبار ہو تو رمضان کا مہینہ ایک مسلمان عادل، بالغ ،مرد یا عورت کی گواہی سے اور شوال وغیرہ کا مہینہ دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوگا اور اگر مطلع صاف ہو تو قبول شہادت کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی ایک جم غفیر چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔

جیسا کہ الفتاوی الھندیۃ میں ہے ان کان بالسماء علة فشهادة الواحد علی هلال رمضان مقبولة اذاکان عدلاً مسلماً عاقلاً بالغاًحرا کان اوعبدا ذکراً کان او انثی وکذا شهادة الواحد علی شهادة الواحد وشهادة المحدود فی القذف بعد التوبة فی ظاهر الروایة. (الفتاوی الهندیة ۱۹۷/۱) اگر آسمان ابرآلود ہو تو رمضان کے بارے میں ایک کی شہادت بھی قبول ہے بشرطیکہ وہ عادل، بالغ مسلمان ہو چاہے آزاد ہو یا غلام ،عورت ہو یا مرد اسی طرح ایک کی گواہی ایک کی شہادت پر اور توبہ کے بعد محدود فی القذف کی شہادت بھی ظاہر الروایۃ کے مطابق مقبول ہے۔

اور علامہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے وشرط مع غیم للفطر نصاب الشهادة وهو رجلان او رجلٌ وامراتان ولفظها والعدالة والحریة وعدم الحد فی قذف ...وبلاغیم ونحوه شرط جمع عظیم فیهما ای فی الصوم والفطر لان انفراد الجمع القلیل بالرؤیة یوجب ظنّ غلطهم. (شرح النقایة ۵۶۵/۱)

ترجمہ: اگرافق پر بادل موجود ہو عید الفطر کے لئے نصاب شہادت ضروری ہے اور نصاب شہادت دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں جو عادل اور آزاد اور غیر محدود فی القذف ہوں اور اگرافق پر بادل نہ ہو تو ایک جم غفیر کی گواہی دونوں (رمضان وعید) کے لئے ضروری ہیں اس لئے کہ کم افراد سے رؤیت میں غلطی ممکن ہے۔

اسی طرح مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے

بحالت صحو دونوں ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب غلبہ ظن ہوں ضروری ہونگے۔ اوران کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر ہلال رمضان میں بستی سے باہر آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان حاصل ہو جائے تو اس پر حکم دیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے احسن الفتاوی ج ۴ ص ۴۸۰)

دو گواہ کافی ہونے کی روایت:۔

امام ابو حنیفہؒ سے امام حسن بن زیادؒ نے نقل کیا ہے کہ اگر مطلع صاف ہو تو رمضان و شوال اور دوسرے مہینوں کے لئے دو گواہان کی گواہی کافی ہے۔

روی الحسن عن ابی حنیفةؒ أنه يقبل فيه شهادة رجلين أو رجل وأمرأتين سواء كان بالسماء علةا ولم يكن (البحرالرائق ۲/۲۶۸)

امام ابو حنیفہؒ سے امام حسن بن زیادؒ روایت کرتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا کہ دو آدمیوں یا ایک آدمی اور دو عورتوں کی شہادت قبول ہوگی چاہے آسمان صاف ہو یا نہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ اسی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں ولم أرمن رجحها من المشائخ وينبغي العمل عليها في زماننا لأن الناس تكاسلت عن ترائي الاهلة (البحر الرائق ۲/۲۶۸) مجھے معلوم نہیں کہ مشائخ میں سے کسی نے اس کو ترجیح دی ہے لیکن ہمارے زمانے میں اس پر عمل کرنا مناسب ہے۔ اس لئے کہ لوگ رؤیت

ہلال کے معاملہ میں سست ہو چکے ہیں۔

روایت بالا کی تائید احادیث سے:۔

اور اس قول کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے وإن شھد شاھدان فصوموا وافطروا (سنن نسائی ۱/۳۰۱)

جب دو آدمی رؤیت کی گواہی دیں تو تم اس کے مطابق روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور سنن ابی داؤد میں ہے عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال اختلف الناس فی اخر یومٍ من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عند النبی ﷺ باللہ لأھلا الھلال أمس عشیةً فأمر رسول اللہ ﷺ النا س ان یفطر وازاد خلف فی حد یثه ان یغدوا الی مصلاھم (سنن ابی داؤد متر جم ۱/ ۲۶۷)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے کہا کہ لوگ آخر رمضان میں اختلاف کرنے لگے تو دو اعرابی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم ہم نے رات کو چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ افطار کریں اور حضرت خلفؓ نے اپنی روایت میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ کل عیدگاہ کو نکلو۔

بلکہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شاہی فرمان جاری فرمایا تھا: روی ابو وائل جاء نا کتاب عمرؓ ونحن بخانقین ان الاھلة بعضھا اکبر من بعض فاذا رأیتم الھلال نھاراً فلا تفطروا حتی تمسوا الاان یشھد رجلان انھما رأیاہ بالامس عشیةً (اوجز المسالک ۳/۱۱)

ابو وائل روایت کرتے ہیں ہمارے پاس حضرت عمرؓ کا خط آیا اور ہم اس وقت خانقین میں تھے کہ بیشک بعض چاند بعض سے بڑا ہوتا ہے لہذا تم جب دن کے وقت چاند

دیکھو تو شام تک افطار نہ کر (روزہ نہ کھولو) الا یہ کہ دو آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ انہوں نے کل رات چاند دیکھا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے ابو رجاء عن ابی قلابة ان رجلین قدما المدینة وقد رایا الهلال وقد اصبح الناس صیاماً فاتیا عمرؓ فذکر ذلک له...ثم نودی فی الناس ان اخرجوا (اوجز المسالک ۳/۱۱، ۱۲)

ابو رجاء حضرت قلابہؓ سے روایت کرتا ہے کہ دو آدمی مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے چاند دیکھا تھا اور لوگ روزہ رکھے ہوئے تھے جب دونوں حضرت عمرؓ کے ہاں حاضر ہوئے اور رؤیت کا ذکر کیا۔۔۔ تو اس کے بعد لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ وہ عید کی نماز کے لئے نکلیں (افطار کریں)

اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی ہے اذا شهد رجلان علی رؤیة الهلال فافطروا (المحلی ۳/۵۳۸) جب دو آدمی رؤیت ہلال کی گواہی دیں تو تم افطار کرو۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ تکاسل اور سستی کے وقت دو آدمیوں کی شہادت افطار کیلئے بھی کافی ہے۔

ہاں البتہ اگر لوگوں میں رؤیت ہلال کا جذبہ ہو اور لوگ رؤیت کے معاملہ میں تکاسل سے کام نہ لیتے ہوں تو پھر فقہاء کرام کے ذکر کردہ طریقہ پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے جو انہوں نے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر مہینے کی تیسویں رات کا مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے لئے ایک عادل مرد یا عورت کی گواہی کافی ہے اور عید کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے۔

جمع غفیر کی تعداد: اور اگر مطلع صاف ہو تو اس وقت رؤیت کی شہادت دینے کے لئے جم غفیر یعنی کثیر تعداد میں لوگوں کا ہونا ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ جم غفیر کی تعداد کتنی ہے

تو اس بارے میں علماء کرام سے مختلف اقوال منقول ہیں۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے والجمع العظيم قيل اهل المحلة وعن ابى يوسف خمسون رجلاً كالقسامة وعن محمد أنه قدر مايجعل للامام العلم بخبرهم بأن يتواتر الخبر من كل جانب والاكتفاء باثنين رواية عن ابى حنيفة (شرح النقاية ١/٥٦٦)

جمع عظیم کے بارے میں بعض نے کہا ہے کہ پورے ایک محلے کے لوگ ہوں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پچاس آدمی ہوں جیسے کہ قسامۃ میں ہوتے ہیں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اتنے لوگ ہوں جن کی گواہی سے امام (قاضی) کو علم حاصل ہو اور یہ خبر ہر جانب سے تواتر کے ساتھ موصول ہوئی ہو اور دو آدمیوں پر اکتفاء امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے۔

اور علامہ شامیؒ مزید اقوال لکھتے ہیں وقيل اكثر اهل المحلة وقيل من كل مسجد واحد او اثنان وقال خلف بن ايوب خمسمائة ببلخ قليل. (ردالمحتار ٢/٣٨٨) بعض نے کہا ہے محلے کے اکثر لوگ جمع غفیر ہیں بعض نے کہا ہے کہ ہر مسجد سے ایک یا دو آدمی جمع ہو جائیں اور خلف بن ایوب نے لکھا ہے کہ بلخ میں پانچ سو آدمی بھی کم ہیں۔

مگر ان اقوال میں صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ اس جم عظیم کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں بلکہ یہ حاکم یا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے کہ اس کو جتنے افراد کی شہادت سے یقین یا ظن غالب حاصل ہو جائے تو وہ جمع غفیر ہے علامہ شامیؒ نے اس رائے کو راجح لکھا ہے والصحيح من هذا كله أنه مفوض إلى رأى الامام إن وقع فى قلبه ماشهدوا به و كثرت الشهود أمر بالصوم (ردالمحتار ٢/٣٨٨)

ان تمام اقوال میں صحیح یہ ہے کہ جب امام (حاکم) کے صوابدید پر مبنی ہے اگر گواہان کی

گواهی سے اس کا دل مطمئن ہو اور گواہ زیادہ ہوں تو صوم کا حکم دے گا

اور ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے والأصح تفويضه إلى رأى الامام لتفاوت الناس صدقاً (شرح النقاية ۱/۵۶۶) زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حاکم کے صوابدید پر موقوف ہے اس لئے کہ لوگ صدق (سچ) متفاوت ہیں

اور فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے جمع عظیم کی تعریف میں تحریر فرمایا ہے

الجواب: اس کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ عدد کی تعیین نہیں ہے بلکہ دیکھنے والوں کی اتنی کثرت مراد ہے۔ جس سے حاکم کو غلبۂ ظن حاصل ہو جائے تاہم تحصیل غلبۂ ظن میں مزید بصیرت کے لئے عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں مذکور عدد کو ملحوظ رکھنا چاہئے الخ (دیکھئے احسن الفتاویٰ ج ۴، ص ۴۷۸)

<u>رمضان وعیدین کی رؤیت ہلال میں فرق:</u> یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ رمضان وعیدین کی رؤیت ہلال میں فرق ہے۔ روزہ ایک عبادت ہے اور ماہ رمضان کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس طرح دوسری عبادات کے لئے قاضی کا فیصلہ، وقت داخل ہونے کی شرعی شہادت وغیرہ ضروری نہیں بلکہ ایک ثقہ آدمی کی نفس اطلاع ہی سے اس عبادت کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ تو ایسا ہی روزہ بھی ایک عبادت ہے تو اس کے لئے بھی شہادت، قضاء قاضی شرط نہیں اگرچہ اجتماعیت برقرار رکھنے کے لئے قضاء قاضی (قاضی کا اعلان) زیادہ مناسب ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نفس خبر پر اور اسی طرح ایک ہی آدمی کی اطلاع پر رمضان کا اعلان فرمایا ہے۔ چنانچہ سنن نسائی میں روایت ہے:

عن ابن عباس قال جاء اعرابيّ إلى النبي ﷺ فقال ابصرت الهلال الليلة فقال أتشهدأن لااله الاالله وأن محمداً عبده ورسوله فقال نعم قال يا بلال اذّن الناس فليصوموغداً. (سنن نسائی ۱/۲۰۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا تو اس نے کہا کہ میں رات کو چاند دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں تو اس اعرابی نے کہا ہاں ۔تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلالؓ لوگوں میں اعلان کرو کہ کل روزہ رکھیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: قال ترأيا الناس الهلال فاخبرت رسول الله ﷺ أنيّ رأيته فصام وأمر الناس بصيامه.

(سنن ابی داؤد ۱/ ۳۴۰)

کہ لوگ چاند دیکھنے کے لئے بیٹھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اسی طرح حضرت براء بن عاذبؓ سے روایت ہے أن عمر بن الخطابؓ ينظر إلى الهلال فرأه رجلٌ فقال يكفى المسلمين أحدهم فأمرهم فافطروا اوصاموا (المحلی لابن حزم ۳/ ۵۳۹)

بے شک حضرت عمر بن خطابؓ چاند دیکھنے لگے تو ایک آدمی نے چاند دیکھا تو آپؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے ان میں سے ایک کی رؤیت کافی ہے اور پھر لوگوں کو افطار یا روزے کا حکم دیا۔

اس لئے کہ فقہاء کرام نے ماہ رمضان کے روزوں کے وجوب کے لئے ایک آدمی کی گواہی کو کافی سمجھا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ انه تقبل شهادة الواحد اذاجاء من خارج المصر لقلة الموانع واليه الاشارة فى كتاب الاستحسان وكذا اذا

كان على مكان مرتفع فى المصر (فتح القدير ۲/۲۵۲)

بیشک ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی جب وہ شخص شہر سے باہر سے آئے اس لئے کہ شہر سے باہر موانع (آلودگی) بہت کم ہوتی ہے اور اسی طرف کتاب الاستحسان میں اشارہ ہے، اور اسی طرح اگر کوئی شخص شہر میں کسی بلند جگہ پر چاند دیکھ لیں۔

اور صاحب مجمع الانھر علامہ عبداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان المعروف بداماوافندی نے لکھا ہے کہ **قبل فی هلال رمضان خبر عدل واحداذالم یکذبه الظاهر لما صح أن النبی ﷺ قبل شهادة الواحد فی رؤیة الهلال.** (مجمع الانهر ۱/۳۴۸)

رمضان مبارک کے چاند میں صرف ایک عادل شخص کے خبر کافی ہے جب ظاہر اسکی تکذیب نہ کرے اسلئے رسول ﷺ نے رؤیت ہلال میں ایک آدمی کی شہادت قبول فرماتے تھے۔

دوسرا فرق:۔ اسی طرح فقہاء کرام نے رمضان کے چاند کی رؤیت کی گواہی کے لئے نہ لفظ شہادت کو ضروری سمجھا ہے اور نہ دعویٰ کی شرط عائد کی ہے اور نہ حاکم کا فیصلہ سنانا لازمی قرار دیا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص خود چاند کی رؤیت کرے اور قاضی اس کی شہادت کو رد کرے تو اس شخص پر اپنی رؤیت کے مطابق روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر کوئی شخص قاضی، مفتی یا علماء کے کمیٹی کے سامنے گواہی دے رہا ہے اور گواہ بظاہر عادل ہے تو سامع پر روزہ رکھنا واجب ہے حاکم کا فیصلہ صادر کرنا ضروری نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے **و لا یشترط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة ولاالدعویٰ وحکم حاکم حتی انه لوشهد عندحاکم وسمع رجلٌ شهادته عندالحاکم وظاهره العدالة وجب علی السامع أن یصوم ولایحتاج إلی حکم حاکم.** (الفتاویٰ الهندیة ۱/۱۹۷)

رمضان مبارک کے چاند کی رؤیت کی شہادت میں نہ لفظ شہادت ہے نہ دعویٰ اور نہ حاکم کا

حکم لہذا اگر کوئی شخص حاکم کے ساتھ رمضان کے چاند کی شہادت دے رہا ہو اور یہ شہادت دوسرے نے سن لی اور گواہی دینے والا عادل شخص تھا تو سامع پر واجب ہے کہ وہ روزہ رکھے وہ اس معاملے میں حکم کے حکم کا محتاج نہیں۔

شہادت اور خبر میں فرق: مگر شہادت کے سلسلہ میں مختصر طور پر یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ "خبر اور شہادت" دو الگ الگ چیزیں ہیں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو 'خبر' ہونے کی حیثیت سے تو معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہیں مگر بحیثیت شہادت نا قابل قبول ہوتی ہیں ان دونوں میں یہ فرق اسلام ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی قانونی طور پر مسلّم ہے۔ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور خطوط کے ذریعے جو خبریں آتی ہیں اگر ان کا معتبر ہونا معلوم ہو تو بحیثیت خبر ساری دنیا میں قبول کی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے سارے کام انجام پاتے ہیں۔ لیکن کسی مقدمہ اور معاملے میں شہادت کی حیثیت سے ان خبروں کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی بلکہ وہاں بھی ضروری ہوتا ہے کہ گواہ مجسٹریٹ کے سامنے آ کر شہادت دے تاکہ گواہی اور شہادت کے جو اصول ہیں ان پر ان کو پرکھا جا سکے اور شہادت کے صحیح اور غلط ہونے کا کوئی فیصلہ کیا جا سکے اس فرق کو جان لینے کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ عام طور پر رؤیت ہلال کے معاملے کو شریعت مقدسہ نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے اور اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک وہ شہادت کی شرائط پر پورا نہ اترے۔

قبول شہادت کی شرائط: شہادت ہلال کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو دوسرے تمام معاملات کی شہادت کے لئے ضروری ہیں یعنی گواہ کا عاقل ہونا، بالغ ہونا اور بینا ہونا اور اس کے علاوہ چوتھی شرط گواہ کا مسلمان ہونا، پانچویں شرط جو سب سے اہم ہے وہ اس کا عادل ہونا ہے۔

عادل کی تعریف: عادل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گناہ کبیرہ سے محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ پر

اصرار نہ کرتا ہو۔ نیز اس کی زندگی میں راست بازی وسچائی اور صاف گوئی اور نیکوکاری کا پہلو غالب ہو اور دنیا کی نظروں میں وہ قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو۔

مستور الحال کی گواہی:۔ چونکہ مستور الحال کا فسق عیاں نہیں ہوتا اس لئے راجح قول کے موافق مستور الحال شخص کی گواہی بھی مانی جائے گی۔

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے ویقبل قول المستور فی الاصح (عمدۃ القاری ۸/۴۲)

صحیح قول کے مطابق مستور الحال شخص کی گواہی بھی مقبول ہوگی۔

اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جاء اعرابی الخ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں قوله أتشهدان لااله الاالله هذا يدل على أن الاسلام شرط الشهادة وعلى أن الرجل اذالم يعرف منه فسق يقبل شهادته لان النبی ﷺ لم يبحث فی أن الاعرابی عدل ام لاوعلى ان شهادة الواحدمقبولة فی هلال رمضان اه. (التعليق الصبيح ۲/۴۸۹)

اس پر دال ہے کہ شہادت میں اسلام شرط ہے اور اس بات پر بھی دال ہے کہ اگر کسی شخص کا فسق معلوم نہ ہو تو اس شخص کی شہادت مقبول ہوگی اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ اعرابی عادل ہے یا نہیں اور یہ روایت اس بات پر بھی دال ہے کہ رمضان کے چاند کے بارے میں ایک شخص کی گواہی مقبول ہے

چھٹی شرط، لفظ شہادت کا استعمال ہے یعنی شاہد اس طرح کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقع اس طرح ہوا ہے۔ مگر یہ شرط رمضان کے چاند کی رؤیت کے علاوہ مہینوں کے چاند کی رؤیت کے اثبات کیلئے ہے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ جس واقعہ کی شہادت دے رہا ہوں ان کا بچشم خود شاہد ہو۔ محض سنی سنائی بات نہ ہو۔

اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ گواہی مجلس قضاء میں ہو یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کے سامنے مجلس قضاء میں خود حاضر ہو کر شہادت دے۔ پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون، وائرلیس اور ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ کے ذریعے سے کوئی شخص شہادت دے تو اسے شہادت نہیں کہیں گے بلکہ وہ خبر کا درجہ پائے گا۔ (حاشیہ مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۸)

اثبات رؤیت کے طریقے: البتہ رمضان وعیدین کے چاند کی اثبات رؤیت کے مختلف طریقے ہیں جب ان طریقوں میں سے کسی ایک طریق پر بھی رؤیت ثابت ہو جائے تو رمضان وعیدین کا حکم کیا جائے گا ورنہ نہیں وہ چار طریقے ہیں اگرچہ مفتی بہ رائے کے مطابق اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں (تفصیل آئندہ صفحات میں موجود ہے) مگر بلدتین (دوشہروں) کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید، میں ثبوت حکم کے لحاظ سے فرق ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں جب نفس رؤیت ثابت ہو جائے تو شہادت کے بعد تمام بلاد قریبہ میں رؤیت ثابت متصور ہوگا۔ مگر دور دراز کے ممالک جنکے مابین اتنی مسافت ہو جس کی وجہ سے مطالع مختلف ہوں تو وہاں صرف یہ کہ فلاں ملک میں چاند دیکھا گیا ہے سے روزہ یا عید کے حکم کے لئے کافی نہیں بلکہ ثبوت حکم کیلئے مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) شہادۃ الرؤیۃ: پہلا طریقہ شہادۃ علی الرویۃ ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جن گواہان نے چاند بذات خود دیکھا ہے وہ خود آکر دور کے شہر کے قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ ہم نے فلاں شہر میں فلاں وقت پر چاند کی رؤیت کی ہے۔ اس شہادت پر اگر قاضی یا شہر کا معتمد عالم دین مطمئن ہو کر روزہ یا عید کا حکم صادر کرے تو پھر اس صورت میں دور دراز شہر کی رؤیت بھی معتبر ہے۔

(۲) شہادۃ علی الشہادۃ: دوسرا طریقہ شہادۃ علی الشہادۃ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ گواہ اگر قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر میں فلاں آدمیوں نے چاند کی رؤیت کی ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی رؤیت پر گواہ بنایا ہے کہ ہم نے فلاں مقام پر فلاں وقت کو اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے (ھکذا فی ردالمحتار ۵/۵۰۰)

مگر اس میں یہ ضروری ہے کہ اصل گواہوں میں سے ہر ایک گواہ نے اپنی شہادۃ پر دو، دو آدمیوں کو گواہ بنایا ہو۔ تب چاند کی رؤیت کو ثبوت کا حکم دیا جائے گا ورنہ اس کے بغیر شہادۃ مقبول نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ کاسائیؒ فرماتے ہیں انها لاتقبل مالم یشهد علی شهادة رجل واحد رجلان ورجل وامرأتان (بدائع الصنائع ۲/۸۱)

اور یہ شہادۃ قبول نہیں کی جائے گی جب تک ایک مرد اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ نہ بنائے۔

(۳) شہادۃ علی القضاء: تیسرا طریقہ شہادۃ علی القضاء ہے اس کی دو صورتیں ہیں (الف) ایک صورت کتاب القاضی الی القاضی کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شہر میں چاند کی رؤیت کی گئی ہے وہاں کے رؤیت کرنے (چاند دیکھنے) والے گواہ اس علاقے کے قاضی یا علماء کمیٹی کے سامنے جب اپنی عینی شہادت پیش کریں کہ ہم نے بذات خود فلاں وقت چاند کی رؤیت کی ہے اس کے بعد جب علماء کمیٹی یا قاضی اس شہادت کو قبول کر کے اس کے مطابق روزہ یا عید کا اعلان کریں تو یہ قاضی اپنے اس فیصلہ کو ایک کاغذ پر تفصیلاً تحریر کر کے دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر ان گواہان کے حوالہ کرے اور گواہ اس خط کو لیکر بعید علاقے کی علماء کمیٹی یا قاضی کے سامنے وہ خط پیش کر کے اس پر گواہی دیں کہ فلاں قاضی نے یا علماء کمیٹی نے دو یا زائد آدمیوں کی رؤیت پر روزے یا عید کا فیصلہ دیا ہے اور ہمیں یہ فیصلہ لکھ کر دے دیا جو پیش خدمت ہے۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں (ردالمختار ۵/۴۳۲ تا ۴۳۵)

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ گواہ دور علاقے کے قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ

ہمارے سامنے فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے فلاں رات کے چاند کی رؤیت پر اتنے گواہوں نے گواہی دی اور قاضی نے اس کو قبول کر کے اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا تو اس بعید علاقے کے قاضی کیلئے بھی جائز ہے کہ وہ بھی ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کر دے اور روزے یا عید کا حکم صادر کرے اس لئے کہ قضاء قاضی حجت ہے جس پر ان گواہوں نے گواہی دی ہے۔ (الدر المختار علی صدر ردالمحتار ۲/۳۹۰)

(۴) استفاضہ: چوتھا طریقہ استفاضہ کا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ رؤیت کی خبر اتنے لوگ روایت کریں کہ قاضی یا علماء کمیٹی کو چاند کی رؤیت پر یقین قلبی حاصل ہو جائے کہ فلاں شہر میں فلاں قاضی کے سامنے چاند کی رؤیت پر گواہ پیش ہوئے ہیں اور اس نے اس پر فیصلہ دیا ہے تو اس صورت میں علامہ حلوانیؒ فرماتے ہیں **والصحیح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل البلدة الاخریٰ یلزمهم حکم هذه البلدة** (منحۃ الخالق علی ھامش البحر الرائق ۲/۲۷۰)

صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا یہی مذہب ہے کہ جب خبر مستفیض ہو کر متحقق ہو جائے تو اس شہر کا حکم دوسرے شہروں کے لوگوں پر بھی لازم ہو جائیگا اور علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں **نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب** (الدر المختار علی صدر ردالمحتار ۲/۳۹۰)

ہاں اگر چاند کی رؤیت کی خبر دوسرے شہر میں پھیل جائے تو صحیح مذہب کے مطابق ان لوگوں پر بھی یہی حکم لازم ہے

تنبیہ: مگر اس بات کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ استفاضہ سے مراد صرف کسی نفس اطلاع کی شہرت نہیں بلکہ علامہ رحمتیؒ فرماتے ہیں **معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة انهم**

صاموا عن رؤية لامجرد الشيوع من غير مستلم بمن اشاعه كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من أشاعها (ردالمحتار ۲/ ۳۹۰)

استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد وفود (قافلے) آئیں اور ہر ایک یہ اطلاع دیں کہ فلاں شہر کے لوگوں نے روزہ رکھا ہے یا روزہ رکھیں گے مگر صرف نفس شہرت پر عمل نہ کیا جائے۔ جب تک اس بات کا علم نہ ہو کہ اس خبر کو کس نے مشہور کیا ہے اسلئے کہ بہت سارے اخبار اس طرح مشہور ہوتے ہیں کہ ہر شہری وہی کہتا تھا مگر مشہور کرنے والا معلوم نہیں ہوتا تھا۔

اسلئے زمانہ حال میں مفتی، قاضی یا علماء کمیٹی کے پاس جب کسی شہر کی رؤیت کی خبر مستفیض ہو جائے تو علماء یا قاضی اسی شہر کے معتمد شخص سے فون پر رابطہ کر کے اس سے حقیقت حال معلوم کریں۔

استفاضہ کیلئے تحدید: البتہ اس شہرت دینے والوں کیلئے شرعاً کوئی تعداد مقرر نہیں بلکہ جتنی تعداد سے قاضی یا کمیٹی کو اطمینان قلبی حاصل ہو جائے وہی تعداد استفاضہ کیلئے کافی ہے، گویا کہ یہ قاضی کے صوابدید پر مبنی ہے اسلئے امام محمدؒ فرماتے ہیں عن محمد ان يفوض مقدار القلة والكثرة الى راى الامام وهو الصحيح (مجمع الانہر ۱/ ۲۳۷)

امام محمدؒ سے مروی ہے کہ قلت اور کثرت کی تعداد کا فیصلہ امام یا قاضی کی صوابدید پر موقوف ہے اور یہی صحیح ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں المجمع الذی يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح

(عمدة الرعاية حاشيه شرح الوقاية ۱/ ۲۳۶)

وہ جماعت جن کی اطلاع (خبر) سے غالب گمان حاصل ہوتا ہے (قاضی) حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے اس کیلئے کوئی خاص تعداد مقرر نہیں اور یہی صحیح ہے۔

البتہ اتنا ضروری ہے کہ خبر دینے والوں کی تعداد دو سے کم نہ ہو اگر دو سے کم ہو تو خبر مستفیض نہ ہوگی اس لئے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں مالہ طرق محصورۃ باکثر من اثنین وھو المشھور عند المحدثین بذلک لوضوحہ وھو المستفیض علی رأی جماعۃ من ائمۃ الفقھاء (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲)

جس کیلئے محدود طرق ہوں لیکن دو سے زائد ہوں اس وضاحت کی بناء پر محدثین کے ہاں مشہورہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور فقہاء کی ایک جماعت اس کو مستفیض کہتی ہے۔

لیکن روزہ اور عیدین کے مسئلہ میں احتیاط کو مدنظر رکھ کر علامہ رحمتیؒ کی بیان کردہ تعریف پر عمل کیا جائے کہ پانچ چھ گروہ اس خبر کی اطلاع دیں۔ تب قاضی یا کمیٹی کو خوب تحقیق کے بعد جب اس کو قلبی تسکین حاصل ہو جائے تو فیصلہ صادر کرے لہذا جب ان چار صورتوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ رؤیت ہلال کی خبر دور دراز علاقوں میں پہنچ جائے تو ان علاقوں کے قاضی علماء کمیٹی یا ثقہ عالم دین کے لئے جائز ہے کہ بغیر رؤیت کے روزے وعیدین کا اعلان کریں۔ ان کے لئے بذات خود چاند کی رؤیت ضروری نہیں اور اگر ان صورتوں کے بغیر اطلاع آجائے تو جن شہروں کے مابین مسافت بعیدہ ہو اور ان میں اختلاف مطالع ممکن ہو تو وہاں نفس رؤیت کی اطلاع قابل قبول نہیں۔

<u>کیا رؤیت ہلال کے اعلان کے لئے حکومت کا مقرر کردہ قاضی شرط ہے؟</u> یہاں یہ بات ضروری ہے کہ کیا حکومتی ہلال کمیٹی کے علاوہ کوئی غیر سرکاری ہلال کمیٹی یا معتمد عالم دین رمضان وعیدین کا اعلان کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں عرض ہے کہ ریاست اسلامی میں اعلان رمضان وعیدین کا مجاز حاکم یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ قاضی ہے۔ ان کے بغیر کوئی غیر مقرر کردہ فرد شہادت لے کر رمضان وعیدین وغیرہ کا اعلان نہیں کر سکتا۔

لما قال العلامۃ وھبۃ الزحیلیؒ حدد الفقھاء واجبات الامام

ووظائفه بعشرة امور اساسية... رابعا القيام علی شعائر الدين من اذان واقامة واقامة الصلوٰة الجمعة والجماعة والاعياد وصيام وحج

(الفقہ الاسلام وادلتہ، ج٦ ص ٧٠٠، کتاب الامارۃ)

فقہاء اسلام نے حاکم کی ذمہ داری اور واجبات میں دس امور کو اساسی قرار دیا ہے جن میں سے چوتھا یہ ہے کہ وہ اذان جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ نماز، عیدین روزہ، حج وغیرہ شعائر دین کا قیام کرے

البتہ جہاں کہیں مسلمان حاکم نہ ہو یا وہ حاکم اصول شرع کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو یا اس ملک کا قانون اسلامی نہ ہو تو وہاں اگرچہ جمیع معاملات میں ثقہ عالم قاضی کا قائم مقام نہیں بن سکتا البتہ رؤیت ہلال وغیرہ جیسے بعض جزئیات میں وہ قاضی کا قائم مقام ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے:

وفی الفتح اذالم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كماهو فی بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الأن يجب علی المسلمين ان يتفقوا علی واحد منهم (ردالمحتار ۳۴۲/۴)

اور فتح القدیر میں ہے کہ جہاں حاکم نہ ہو اور نہ ایسا شخص ہو جسکی تقلید کی جائے جیسا کہ بعض بلاد مسلمین کا حال ہے جس پر کفار کا غلبہ ہے جیسے قرطبہ تو مسلموں پر واجب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک پر متفق ہو جائے۔

اور مولانا عبدالحی الکھنویؒ نے لکھا ہے: والعالم الثقة فی بلدة لاحاكم فيها قائم مقامه (عمدة الرعاية ۳۰۹/۱، بحوالہ احسن الفتاوی ۴۶۶/۴)

اور فقیہ العصر مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا ہے

الجواب: وہ ملک جس میں کوئی والی یا حاکم نہ ہو یا ہو تو سہی لیکن وہ فیصلہ شرعی احکام کے

مطابق نہ کرتا ہو اور نہ ہی شریعت کے احکامات کی پابندی کرتا ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عام مشاہدہ ہے پس وہ ثقہ عالم جس پر مسلمان اعتماد کرتے ہوں۔ بمنزلہ قاضی کے ہوگا شامی نے کہا ہے کہ فتح میں ہے کہ بادشاہ نہ ہو اور ایسا کوئی جس سے ذمہ داری لی جاسکتی ہو جیسا کہ بعض اسلامی ممالک جن پر کفار نے غلبہ حاصل کیا ہے جیسا کہ قرطبہ اس وقت ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر اتفاق کرلیں (شامی ۳۴۲/۴) پس جب تک نظم مملکت شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو تو رؤیت ہلال کے مسئلہ میں ثقہ عالم کے قول کو لیا جائے گا جو معتمد اور عام مسائل میں عوام کا مرجع ہو مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ میں فرمایا کہ جس ملک میں حاکم نہ ہو اس میں ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (فتاوی مفتی محمود ۴۷/۳)

اور یہ بات سب پر عیاں ہے کہ بدقسمتی سے مملکت خداداد میں شرعی قوانین رائج نہیں تقریباً تمام عدالتوں میں انگریزی قوانین رائج ہیں اور اسی کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں اور اگر بعض اسلامی قوانین ضمناً داخل بھی ہیں تو وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اسلئے مذکورہ فتاویٰ کی رو سے بالکل واضح ہے کہ مملکت خداداد میں رؤیت ہلال کمیٹی کے علاوہ علاقے کا ثقہ عالم دین بھی رؤیت ہلال وغیرہ جیسے بعض مسائل میں قاضی کے قائم مقام ہے لھذا اگر وہ رؤیت ھلال شہادت قبول کر کے رمضان یا عیدین کا اعلان کرے تو اس کا اعلان اس کے حلقہ ولایت میں نافذ العمل ہے مگر یاد رہے کہ ثقہ عالم کو چاہئے کہ وہ پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ شہادت کا جائزہ لے کر پوری ذمہ داری سے اعلان کرے۔

<u>چاند کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کا ازالہ:</u> گذشتہ تفصیل سے تو یہ ثابت ہوا کہ رؤیت ھلال کے مسئلے میں چاند کا آنکھوں سے دیکھنا اور پھر اس رؤیت کی شہادت دینا انتہائی ضروری ہے مگر چاند کی رؤیت کے بارے میں عوام الناس میں یہ مشہور ہے کہ جس دن

رجب کی چوتھی تاریخ ہواسی دن رمضان کا پہلا دن ہوگا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ شریعت مقدسہ میں رجب کی چوتھی تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہوگی اس دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے۔ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہیئے (بہشتی زیور حصہ ۳/ص ۵)

(۲) اور ایک غلط فہمی عوام الناس میں یہ بھی پائی جاتی ہے کہ جب پہلی تاریخ کی چاند بڑا دیکھے تو کہتے ہیں کہ یہ چاند بڑا ہے دو یا تین دن کا معلوم ہوتا ہے حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایسا کہنا بری بات ہے حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی نشانی ہے جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کیا کریں گے۔ (بہشتی زیور ۱۲/ص ۵)

فنی اصطلاح کے مطابق بھی ایسا کہنا غلط ہے ماہر فلکیات جناب سید شبیر احمد کا کاخیل صاحب نے لکھا ہے محققین کے نزدیک بعض دفعہ انتیس انتیس کے چار چاند مسلسل آسکتے ہیں اس طرح تیس تیس دن کے بھی مسلسل چار آسکتے ہیں لیکن اکثر ایسا ہوتا نہیں ہے اگر مسلسل چاند ۲۹ دن کے آرہے ہوں تو آخری چاند کافی باریک ہوگا اور اگر مسلسل ۳۰ دن کے چاند نظر آجائیں تو آخری چاند بڑا ہوگا اور دوسری تاریخ کے چاند کا دھوکہ ہوگا

(کشف ہلال ص ۲۴)

مزید لکھتے ہیں لیکن حدیث شریف میں چاند کے بڑا اور چھوٹا ہونے سے اس کے دنوں کا اندازہ لگانے سے منع کیا گیا ہے اس لئے ایسی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔

(کشف ہلال ص ۲۴)

اسی طرح مشہور ومعروف ماہر فلکیات شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی نور اللہ مرقدہ نے چاند کی جسامت سے استدلال پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ بھی ثابت ہوا کہ چاند کی جسامت سے استدلال صحیح نہیں۔ چنانچہ یہ جو کہا جارہا ہے کہ چاند

جمعرات کے بعد جمعہ کی شب کو بڑا دکھائی دے رہا تھا اس کی شکل و جسامت سے یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ یہ دو دن کا تھا لہذا جمعرات کی عید صحیح ہے اس کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا جا رہا علماء کے نقطہ نظر سمجھنے کیلئے چند باتیں مزید ہم عرض کرتے ہیں:

(۱) کسی عالم دین نے یہ نہیں کہا جمعرات کو عید جہاں بھی منائی گئی وہ غلط تھی اور خلاف شرع تھی۔ بلکہ علماء نے صرف اتنا کہا کہ عید کے ثبوت کے لئے شرعی شہادت (دو گواہ عادل اگر آسمان پر بادل یا گردو غبار ہو اور جم غفیر اگر مطلع صاف ہو) ضروری ہے۔ چونکہ پنجاب، کراچی وغیرہ میں شرعی شہادت نہ علماء کے پاس پیش ہو سکی اور نہ ارباب حکومت کے پاس اس واسطے علماء نے یہ فتوی دیا کہ ان مقامات میں از روئے شرع عید نہیں ہو سکتی مگر جن مقامات میں شریعت کے مطابق شہادت مہیا ہو سکی وہاں پر جمعرات کو عید نہ صرف جائز بلکہ فرض ہے اور روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۲) چاند کی جسامت کی بات جب قابل شنوائی ہو سکتی تھی اگر ۳۰ کی شب (جمعرات) کو مطلع صاف نہ ہوتا، مگر مطلع آئینہ کی طرف صاف و شفاف تھا۔ پنجاب میں ایک شہر کے نہیں سینکڑوں شہروں کے لاکھوں سے بڑھ کر کروڑ ہا انسانوں نے خالی آنکھ سے بھی اور دوربین سے بھی دیکھنے کی کوشش کی مگر چاند نظر نہ آیا لہذا جمعہ کی شب کے ہلال کے متعلق یہ کہنا کہ یہ دو دن کا تھا شریعت کا اور کروڑ ہا انسان کا استہزاء تو ہے مگر علمی بات ہرگز نہیں۔ (دیکھئے 'سیر القمر و عید الفطر، فلکیات جدیدہ حصہ دوم ص ۳۱۹، ۳۲۰)

جدید ذرائع ابلاغ سے رؤیت کی خبر: اور جب چاند کی رؤیت ثابت ہو جائے تو قاضی کو اس کے متعلق فیصلہ کرنا چاہیے اور اس فیصلے کی اشاعت اگر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے باقاعدہ حاکم، قاضی یا اس کا کوئی نمائندہ رؤیت ھلال کے بارے میں تفصیل کے ساتھ فیصلہ سنائے جس میں کوئی ابہام نہ ہو تو شرعاً اس اطلاع پر لوگ کیلئے جائز ہے کہ عیدین

منائے اور روزہ رکھیں اور اسکے ساتھ یہ خبر مستفیض کے حکم میں بھی ہے اس لئے اگر بعید ممالک کے حاکم یا ھلال کمیٹی کو اس سے اطمینان ہو جائے تو اس کو مدنظر رکھ کر قاضی یا حاکم اپنے ملک اور شہر میں روزہ وعیدین کا فیصلہ کرسکتا ہے۔لیکن اگر اتنا اہتمام نہ ہو تو محض خبر کا نشر ہونا نہ تو روزہ وعیدین کیلئے کافی ہے اور نہ اس کی بنیاد پر دور کے ممالک میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے البتہ بعض ذرائع ابلاغ کے استعمال سے روزہ وعیدین درست نہیں چنانچہ۔

فیکس کے ذریعہ اطلاع: فیکس، تار، وائرلیس، موبائل فون، ای میل، انٹرنیٹ اور ٹیلیفون کے ذریعہ اگر اطلاع موصول ہو جائے تو یہ اطلاع مذکورہ چار طرق میں سے کسی کے اندر داخل نہیں اس لئے فقہاء کرام نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فرماتے ہیں: قواعد شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اس پر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں (فتاوی دار العلوم دیوبند ۳/۴۱)

اسی طرح مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں۔ وائرلیس یعنی لاسلکی پیغام اور ٹیلی گراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال میں کوئی اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہوسکتا ہے اور نہ عیدین (امداد المفتیین ،الشہیر بفتاوی دار العلوم دیوبند ۲/۶۱)

تاہم اگر فیکس کے ذریعے اطلاع قاضی کے خاص پیڈ پر ہو اور اس اطلاع پر قاضی کے دستخط اور مخصوص مہر نصب ہو جس کا استعمال قاضی کے علاوہ دوسروں کیلئے ممتنع ہو اور وہ اطلاع اطمینان قلبی کا باعث بن جائے تو خوب تحقیق اور غور وخوض کے بعد ممکن ہے کہ فیصلہ کیلئے دلیل بن جائے۔ (ماخوز شرح المجلہ الرستم باز ۱۰۹۰)

فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے اطلاع: فون اور انٹرنیٹ (ای میل) چونکہ خط کے مثل ہے اس لئے الخط یشبہ الخط کی وجہ سے نا قابل احتجاج ہے اس کے ذریعے اطلاع پر

عمل یا اس کو فیصلہ کی بنیاد بنانا درست نہیں تاہم اگرفون پر آواز (بات کرنے والے) کو پہچانا جائے اور آدمی بھی ثقہ ہو تو قریبی شہروں کے لئے قابل عمل ہو سکتا ہے جبکہ بعید شہروں کے چند ثقہ اشخاص جن کی اطلاع میں یہ شرائط پائی جائیں تو پھر وہ قابل فیصلہ ہو سکتی ہے۔ فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحبؒ نے بھی علماء کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں نقل کیا ہے (۲) ریڈیو، ٹیلیفون، تار برقی، خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب وعدالتہ اور ریڈیو وٹیلیفون (بشرط معرفۃ صاحب الصوت وعدالتہ) درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے شہادت میں نہیں ہونگے۔ البتہ اگر حاکم مجاز کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی وژن پر اثبات رؤیت کا اعلان ہو جائے تو یہ اعلان اس کے حدود ولایت میں نافذ العمل ہے سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

(احسن الفتاوی ۴/۴۸۰)

<u>رؤیت ہلال میں جدید آلات کا استعمال:</u> مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رؤیت ہلال میں جدید آلات کا استعمال بھی جائز ہے؟ اور اگر ان کے ذریعے چاند کی رؤیت ہو جائے تو اسکو قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جدید آلات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں انکو صحیح اور درست سمت میں استعمال کرنا جائز ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے نئے نئے آلات کا استعمال جائز اور مباح ہے بشرطیکہ وہ کسی حکم شرعی کے مخالف نہ ہو۔ (رؤیت ھلال ۱۹، ۲۰، سنت وبدعت ص ۱۳) اسکے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آلات قدیم ہوں یا جدید چاند کو پیدا نہیں کر سکتے البتہ اسکی رؤیت میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں جب یہ آلات دوربین وغیرہ ایجاد نہیں تھے تو لوگ اونچے مقامات سے چاند کی رؤیت کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن عابدینؒ نے عام اور سادہ طریقہ کو بروئے کار لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ

قدیری الھلال من اعلی الاماکن مالایری من الاسفل فلایکون فردہ بالرویة خلاف الظاھر (ردالمختار ۲/۱۲۷)

کہ کبھی کبھی چاند اونچے اور بلند مقامات سے دکھائی دیتا ہے اور نیچے سے دکھائی نہیں دیتا تو دیکھنے والی کی رؤیت خلاف الظاہر نہیں۔ یعنی اسکو رد نہیں کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے مفتیان جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے جب دوربین کے ذریعے چاند دیکھنے کی رؤیت کی قبولیت کے بارے میں استفسار ہوا تو انہوں نے جواب دیا الجواب: موجودہ دور میں طرح طرح کے جدید آلات وجود میں آرہے ہیں جن میں دوربین بھی ایک ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے چاند دیکھنے والوں کی گواہی سے غلبہ ظن حاصل ہوجاتا ہے اسلئے انکی گواہی قبول کی جاسکتی ہے۔ (فتاوی حقانیہ ۴/۱۲۶)

اور فتاویٰ مفتی محمود میں ہے الجواب: دوربین کے ذریعے اگر چاند نظر آئے اور گواہ یعنی دیکھنے والے معتبر ہوں تو شرعا چاند کا ثبوت ہوجائیگا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ۳/۳۴۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: ماہ ہلال عید ورمضان کے لئے دوربین استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: دوربین محض ایک نگاہ کو بڑھانے والا آلہ ہے جیسا عینک (چشمہ) اس سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر کوئی ایسی دوربین ایجاد ہوجائے کہ چاند افق کے پیچھے ہونے کے باوجود نظر آجائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ چاند وسورج ہمیشہ افق پر رہتے ہیں۔

(امدادالفتاوی ۲/۱۰۹)

ہوائی جہاز کے ذریعے چاند کی رؤیت: اسی طرح اگر ہوائی جہاز کے ذریعے چاند کی رؤیت ہوجائے اور دیکھنے والے ثقہ ہوں تو اسکی رؤیت کی گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ جہاز اتنی بلندی پر ہو کہ اس چاند کو زمین والوں کے دیکھنے کا بھی امکان ہو۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے: لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ اتفاقی طور پر کوئی ہوائی جہاز کا مسافر چاند دیکھ لے اور آ کر شہادت دے تو اسکی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ اسکی شہادت کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نیچے کی ہوا میں گرد وغبار اور بخارات کی وجہ سے مستبعد نہیں کہ چاند نظر نہ آئے اور بلند جگہ پر صاف ہوا ہونے کی وجہ سے نظر آجائے مگر شرط یہ ہے کہ ہوائی پرواز اتنی اونچی نہ ہو جہاں تک زمین والوں کی نظریں پہنچ ہی نہ سکیں کیونکہ شرعا رؤیت وہی معتبر ہے کہ زمین پر رہنے والے اپنی آنکھوں سے اسکو دیکھ سکیں اسلئے اگر بیس، تیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر کے کوئی شخص چاند دیکھ آئے تو اسی بستی کیلئے وہی رؤیت معتبر نہیں جس سے عام انسان باوجود مطلع صاف ہونے کے اسکو نہیں دیکھ سکے۔ (آلات جدیدہ ۱۷۵)

مگر اس کے لئے اتنا اہتمام کرنا اسلام کی سادگی اور فطری ہونے کے منافی ہے زمانہ نبوت ﷺ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین میں اگرچہ جدید آلات اور ہوائی جہاز نہ تھے مگر اونچے اونچے پہاڑ اور بلند بلند چوٹیاں موجود تھیں مثلاً مدینہ منورہ کے قریب سلع پہاڑ، اُحد کی پہاڑی، مکہ معظمہ تو پہاڑیوں سے گھیرا ہوا تھا اور پہاڑ شہر کے نزدیک بھی تھے لیکن عہد رسالت ﷺ، خلفاء راشدین بلکہ تمام خیر القرون میں کبھی نہیں دیکھا گیا کہ انہوں نے چاند کی رؤیت کیلئے اتنا اہتمام کیا ہو کہ ان پہاڑیوں پر چڑھ کر چاند دیکھنے کی کوشش کی ہو اسلئے مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور خلافت راشدہ اور قرون خیر کے اس تعامل کی بناء پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہاز میں اڑ کر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے۔ (آلات جدیدہ ۱۷۴)

فصل سوم

چونکہ چاند زمین سے جسامت اوحجم میں کئی گنا کم ہے اور زمین ہی کی کشش کی وجہ سے چاند زمین کے گرد گھومتا ہے اسلئے وہ زمین کے بعض مقامات پر دکھائی دیتا ہے تو اسکے نکلنے کی جگہ کو مطلع کہا جاتا ہے جسکی جمع مطالع ہے یعنی نکلنے کی جگہیں۔

اور مطالع کا یہ اختلاف ایک اٹل حقیقت ہے۔سائنسی تحقیقات اور مشاہدات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زمین پر مطالع مختلف ہیں اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں بلکہ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔

محقق العصر علامہ ابن عابدین شامیؒ پوری وضاحت کیساتھ فرماتے ہیں کہ

واعلم ان نفس اختلاف المطالع لانزاع فیه بمعنی انه قدیکون بین البلدتین بعدبحیث یطلع الهلال کذافی احدالبلدتین دون الاخری و کذا مطالع الشمس لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لایلزم ان تزول فی المغرب و کذا طلوع الفجر وغروب الشمس درجة فتلک طلوع فجرلقوم وطلوع شمس لآخرین وغروب لبعض ونصف لیل لغیرهم

(ردالمختار ۲/۳۹۳، کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)

جان لو کہ نفس اختلاف مطالع کے وجود میں کوئی اختلاف نہیں اس معنی پر کہ کبھی دو شہروں میں اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک شہر کے اندر چاند طلوع ہو چکا ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں اور اسی طرح سورج بھی ہے اسلئے کہ چاند کا انفصال (جدائی) سورج کی شعاعوں سے اقطار کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر سورج کا زوال مشرق میں ہو چکا ہو تو لازم نہیں کہ مغرب میں بھی زوال ہو چکا ہو۔اور اسی طرح طلوع

فجر اور غروب شمس کا مسئلہ ہے کہ ایک قوم پر طلوع فجر ہوتا ہے اور اسی وقت دوسروں پر سورج کا طلوع اور ایک کیلئے غروب شمس اور دوسروں کیلئے نصف لیل ہوتا ہے۔

اور نہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے اسلئے کہ اس برق رفتار دور میں ہر ایک آدمی دنیا کے مختلف مما لک کے اوقات وحالات سے باخبر ہے۔

اختلاف مطالع کا اعتبار وعدم اعتبار: لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس اختلاف کا شریعت مقدسہ میں اعتبار ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔

۱) پہلی رائے: جمہور فقہاء اور محدثین کی رائے یہ ہے کہ اس اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کیلئے حجت اور کافی ہے۔

۲) دوسری رائے: بعض علماء دور دراز مما لک میں اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہیں اور قریبی مما لک میں اس کا اعتبار نہیں کرتے لیکن اس کی تحدید میں ان علماء کے ہاں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

(الف) جس مسافت میں قصر کی جاتی ہے (۴۸ میل) وہ بلاد بعیدہ ہیں اور جس میں اتنی مسافت نہیں وہ قریبہ ہیں۔

(نووی شرح مسلم ۱/۳۴۸، باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم)

(ب) جہاں جہاں مطلع میں اتحاد ہو وہ قریب اور جہاں مطلع مختلف ہو جائے تو بعید

(نووی شرح مسلم ۱/۳۴۸ باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم)

(۳) دنیا کے مختلف اقالیم ہیں ایک اقلیم کے مما لک بلاد قریبہ ہیں اور جب اقلیم مختلف ہو جائیں تو وہ بلاد بعیدہ ہیں۔

(نووی شرح مسلم ۱/۳۴۸ باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم)

(۴) ایک ماہ یا زیادہ کی مسافت (بآنداز ۴۸۰ میل شرعی) بعید ہے اور اس سے کم

قریب ہے۔ (ردالمختار ۳۹۳/۲، کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)

(۵) خراسان اور اندلس کے درمیان فاصلہ کی مقدار تقریباً ۳ ہزار میل ہے وہ بعید ہے اور اس سے کم ہو تو قریب (تحفہ الاحوزی ۳۶/۲، باب ماجاء لکل اھل بلدرؤیتھم)

(۶) مدینہ اور شام کے درمیان فاصلہ جو تقریباً ۴ سو میل بنتا ہے بعید ہے اور اس سے کم ہو تو قریب (اسلام اور جدید دور کے مسائل ص ۲۹، ریڈیو رؤیت ہلال کی خبر)

(۷) ایک ملک کے جملہ شہر آپس میں قریب اور دوسرے ملک شہر بعید ہیں۔

(تحفہ الاحوزی ۳۸/۲، باب ماجاء لکل اھل بلدرؤیتھم)

(۸) رائے مبتلی بہ کا اعتبار ہے مبتلی بہ جس کو بعید سمجھے بعید اور جس کو قریب سمجھے قریب ہے (عرف الشذی علی الترمذی ۱۴۹/۱ باب ماجاء لکل اھل بلدرؤیتھم)

(۹) امارات اسلامی میں جتنی ریاستیں داخل ہیں وہ سب قریب ہیں اور جو اس کے علاوہ ہیں وہ بعید ہیں (تحفہ الاحوزی ۳۷/۲، باب ما جاء لکل اھل بلدرؤیتھم)

(۱۰) علامہ تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ ۲۴ فرسخ (۷۲ میل) سے کم مسافت میں اختلاف مطالع ممکن نہیں اور اسکے علاوہ ممکن ہے۔ (ردالمختار ۳۹۳/۲، کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)

۳) اور تیسری رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع ہر جگہ معتبر ہے یعنی ہر مقام کیلئے اپنی اپنی رؤیت ضروری ہے دوسری جگہ کی رؤیت حجت نہیں۔ یہ رائے بعض علماء کی ہے جو کالعدم متصور ہے۔ اصل اختلاف اول اور ثانی کا ہے۔ مذاہب اربعہ کے اکثر علماء کی رائے قول اول کے مطابق ہے اور بعض اہل علم کے اقوال رائے ثانی کی تائید کرتے ہیں۔ ذیل میں ان آراء کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

مذہب حنفی: اختلاف مطالع کے اعتبار کے بارے میں علماء احناف کی دو رائے ہیں۔

۱) اکثریت کی رائے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی ہے جبکہ علامہ زیلعیؒ اور بعض دیگر علماء کی رائے اختلاف مطالع کے اعتبار کی ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں والاشبه انه یعتبر لان کل قوم مخاطبون بماعندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار والدلیل علی اعتباره.

(تبیین الحقائق ۱/۳۲۱، کتاب الصوم قبل باب ما تفسد الصوم)

مناسب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کو اعتبار دیا جائے اسلئے کہ ہر قوم حکم کی مخاطب ہے اور چاند کا انفصال سورج کی شعاعوں سے اقطار کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اور یہی اسکے اعتبار کی دلیل ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد الطحطاویؒ فرماتے ہیں کہ یختلف باختلاف المطالع واختاره صاحب التجرید وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس تختلف باختلاف الاقطار وهذا ثبت فی علم الافلاک والهیئة واقل مایختلف به المطالع مسیرة شهر.

(طحطاوی حاشیة مراقی الفلاح ص ۵۴۱، فصل فیما یثبت به الهلال فی صوم)وهکذا فی بدائع الصنائع ۲/۸۳ کتاب الصوم فصل شرائطها فنوعان)

مطلع اختلاف مطالع کی وجہ سے تبدیل ہوتا ہے اور اسی کو صاحب التجرید نے اختیار کیا ہے اور یہی مناسب ہے اسلئے کہ چاند کا سورج کی شعاعوں سے منفصل (جُدا) ہونا اقطار کے اختلاف کیوجہ سے ہے اور یہ علم الافلاک اور علم ہیئت سے ثابت ہے اور اقل مقدار جس سے مطلع مختلف ہوتا ہے ایک ماہ کی مسافت ہے۔

مگر ان کے علاوہ جمہور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی

اعتبار نہیں۔ چنانچہ علامہ ابوالبرکات النسفیؒ اور علامہ ابن نجیم المصریؒ بلکہ جملہ اصحاب متون یہی فرماتے ہیں کہ

لااعتبار لاختلاف المطالع قال ابن نجیم المصری تحت هذا القول. فاذا راه اهل بلدة ولم یره اهل بلدة اخری وجب علیهم ان یصوموا برویة اولئک عندهم بطریق موجب ویلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب. (البحر الرائق ۲/۲۷۰، کتاب الصوم قبل باب مایفسد الصوم)

اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ اس عبارت کے تحت فرماتے ہیں کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھ لیں اور دوسرے شہر والوں نے نہیں دیکھا ہے تو جب انکے پاس شرعی ثبوت کے ساتھ چاند دیکھنے کی خبر پہنچ جائے تو ان پر بھی رمضان کا روزہ واجب ہو جائیگا۔ اسلئے کہ اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت سے روزہ لازم ہے۔

متقدمین کے ہاں عدم اعتبار مفتی بہ ہے: اور اسی رائے کو فقہاء کرام نے مفتی بہ اور ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے۔ لہذا چند تصریحات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

۱) علامہ قاضی خانؒ فرماتے ہیں کہ ولاعبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۱/۱۹۸، کتاب الصوم فی رؤیة الهلال الخ)

ظاہر الروایۃ میں اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔

۲) علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاریؒ فرماتے ہیں لاعبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة وعلیه فتوی الفقیه ابی لیث السمرقندی وبه کان یفتی شمس الائمة الحلوانی قال لورایٔ اهل المغرب هلال رمضان یجب الصوم علی اهل المشرق. (خلاصة الفتاویٰ ۱/۲۴۹، کتاب الصوم الفصل الاول)

ظاہر الروایۃ میں اختلاف مطالعہ کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی پر ابواللیث السمرقندیؒ کا فتویٰ ہے

اور اسی پر شمس الائمۃ الحلوانیؒ فتویٰ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر اہل مغرب رمضان کا چاند دیکھیں تو اہل مشرق پر روزہ واجب ہے۔

۳) علامہ حصکفیؒ کا قول ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه عمل اکثر المشائخ وعلیه الفتویٰ.

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲/ ۳۹۳، کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)

ظاہر مذہب کے مطابق اختلاف مطالع غیر معتبر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ کا عمل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۴) علامہ زیلعیؒ باوجود اس کے کہ اعتبار اختلاف مطالع کے قائل ہیں مگر وہ بھی اکثر مشائخ کی رائے عدم اعتبار کا نقل کرتے ہیں واکثر المشایخ علی انه لا یعتبر اختلاف المطالع. (تبیین الحقائق ۱/ ۳۲۱، کتاب الصوم قبل ما یفسد الصوم)

اکثر مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔

۵) علامہ سید احمد الطحطاویؒ فرماتے ہیں قوله واختاره صاحب التجرید وهو الاشبه وان کان الاول اصح.

(طحطاوی حاشیه مراقی الفلاح ص ۵۴۱، کتاب الصوم، فصل فیما یثبت به)

اختلاف مطالع کے اعتبار کے قول کو صاحب تجرید نے اختیار کیا ہے اور یہی مناسب ہے مگر قول اول (عدم اعتبار کا قول) زیادہ صحیح ہے۔

۶) علامہ عالم بن علاء الانصاریؒ لکھتے ہیں وعلیه فتویٰ الفقیه ابی اللیث وبه کان یفتی الامام الحلوانی وکان یقول لو راه اهل المغرب یجب الصوم علی اهل المشرق (فتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۳۵۵، کتاب الصوم)

اور اسی (عدم اعتبار) پر فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ ہے اور امام حلوانیؒ اس پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور

آپؒ فرماتے تھے کہ اگر اہل مغرب چاند دیکھ لیں تو اہل مشرق پر روزہ واجب ہے۔

۷) علامہ ابن ہمامؒ نے بھی عدم اعتبار کو ظاہر مذہب قرار دے کر اسی کو ترجیح دی ہے۔

والاخذ بظاهر المذهب احوط.

(فتح القدیر ۲/۵۴۳، کتاب الصوم فصل فی رویة الهلال)

کہ ظاہر مذہب (عدم اعتبار) کو لینے میں احتیاط ہے۔

۸) صاحب فتاویٰ نور الھدیٰ فرماتے ہیں۔ **لاعبرة وقيل يعتبر هو الاشبه كما في تبيين لكن الفتوىٰ على الاول.** (فتاویٰ نور الهدی ص ۷۶)

اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اور کہا گیا ہے کہ معتبر ہے اور یہی مناسب ہے جیسا کہ تبیین میں ہے لیکن فتویٰ اول (اختلاف مطالع کے عدم اعتبار) پر ہے۔

۹) کنز الدقائق کے شارح علامہ مصطفیٰ بن ابی عبداللہ الطائیؒ فرماتے ہیں **لا عبرة باختلاف المطالع فيلزم صوم على اهل المشرق برؤية اهل المغرب وعليه الفتوىٰ.**

(شرح الطائی علی هامش عینی کنز ۱/۸۱، کتاب الصوم قبل مایفسد الصوم)

اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر روزہ لازم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۱۰) اور خاتم محققین علامہ ابن عابدین الشامیؒ فرماتے ہیں **وظاهر الرواية الثانى وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤية فى حديث صوموبرؤيةالهلال**

(ردالمختار ۲/۳۹۳، کتاب الصوم مطلب اختلاف المطالع)

دوسرا ظاہر الروایۃ ہے اور یہی حنفیہ مالکیہ حنابلہ کے ہاں معتمد ہے اسلئے کہ

حدیث صوموا برؤیة الهلال کے عام خطاب کا تعلق مطلق رؤیت کیساتھ ہے۔

تلک عشرة کاملة یہ دس ترجیحی اقوال قدیم فقہائے احناف کے بطور نمونہ پیش کئے گئے کہ مفتی بہ رائے کے مطابق اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ ان کے علاوہ بھی بہت سارے فقہاء کرام کے اقوال موجود ہیں جن سے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی تائید ہوتی ہے گویا کہ احناف کا ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے۔

متاخرین علماء احناف کے ہاں بھی عدم اعتبار راجح ہے : قدیم فقہاء احناف کی طرح متاخرین فقہاء احناف کی بھی دو رائے ہیں علامہ شاہ انور شاہ الکشمیریؒ علامہ تقی امینی اور مولانا برہان الدین السنبھلی اختلاف مطالع کے اعتبار کو ترجیح دیتے ہیں اور اسکو مفتی بہ قرار دیتے ہیں مگر اکثر فقہاء متاخرین قدیم فقہاء کرام کی طرح عدم اعتبار کو راجح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ متاخرین فقہاء احناف کے بعض فتاوی درج ذیل ہیں۔

۱) علامہ شیخ عبدالحئی الکھنویؒ کا آخری فتویٰ: سوال: رؤیت یکجا مفید حکم بجائے دیگر میشود یا انکہ اختلاف مطالع معتبر ست؟

الجواب: اختلاف مطالع معتبر نیست وحکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر میشود اگر خبر رؤیت حلال مشتہر شود و انتشار پزیرد۔ (مجموعۃ الفتوٰی فارسی ۳/۷۰، باب رویۃ الھلال)

ترجمہ: سوال: کیا ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کیلئے برائے حکم صحیح ہے یا کہ اختلاف مطالع معتبر ہے؟ الجواب: اختلاف مطالع معتبر نہیں اور ایک جگہ کی رؤیت کا حکم دوسرے مقامات میں معتبر ہے بشرطیکہ چاند کی رؤیت مشہور ہو جائے۔

۲) مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ: الجواب: قیاس تو مقتضی ہے اسکو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بناء بر قول علیہ السلام لانکتب ولا نحسب

(الحدیث) اسکا اعتبار نہیں کیا کہ خالی حرج ورعایت قواعد ہئیت سے نہ تھا پس مقتضی حدیث مسطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقا معتبر نہ ہو نہ قبل وقوع عبادات بلکہ ہر مقام کی رؤیت ہر مقام کیلئے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع عبادات کا تو کہیں بھی اعتبار نہیں کیا گیا ہاں بعض مواقع میں جیسے بعض بعض صور حج میں اسکا اعتبار کرنا بظاہر مفہوم ہوتا ہے مگر رائے ناقص میں وہ اعتبار اختلاف مطالع کا نہیں ۔ الخ (امداد الفتاویٰ ۲/۱۰۸، کتاب الصوم والاعتکاف)

۳) مفتی الھند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ:

الجواب: اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں اور حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہی ہے۔

(کفایت المفتی ۴/۲۰۹، کتاب الصوم پہلا باب رؤیت ہلال رمضان وعیدین)

۴) مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمانؒ کا فتویٰ: الجواب: اور یہی مسلم ہے کہ صحیح اور مختار مذہب کے موافق اختلاف مطالع ہلال صوم وفطر میں معتبر نہیں اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر حکم ثابت ہو جاتا ہے جبکہ معتبر راجح اور ظاہر الروایۃ ومفتی بہ عدم اعتبار اختلاف مطالع ہے تو پھر اس میں بحث کرنا ہم مقلدین کیلئے بے موقع ہے کیونکہ فقہاء محققین کی توضیح اس کے بارے میں ہمارے لئے کافی حجت ہے البتہ اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کے لئے ثابت ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اہل مشرق کو طریق موجب سے اہل مغرب کی رویت محقق ہو جائے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند (عزیز الفتاویٰ) ۶/۳۷۷، کتاب الصوم فصل فی رؤیۃ الھلال)

۵) دور حاضر کے محقق ومدقق فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اس مسئلہ پر کافی تحقیق فرمائی ہے جسمیں آپ نے ثابت کیا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں چنانچہ آپؒ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

الجواب: اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ ایسے بلاد بعیدہ میں

اختلاف مطالع معتبر ہونا چاہیے جن کی رؤیت میں ایک دن سے زیادہ کا فرق ہو اسلئے کہ اس صورت میں مہینہ کے ایام ۲۹ سے کم یا تیس سے زیادہ ہو جائیں گے اور یہ خیال نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ یہ خیال اسلئے صحیح نہیں کہ فنی تحقیق کے مطابق پوری دنیا میں ایک دن سے زیادہ کا فرق ہو ہی نہیں سکتا اگر کہیں ایسا ہوتا ہے تو اس کا سبب اختلاف مطالع نہیں بلکہ یہ عوارض فضائیہ یا خیالات بشریہ پر مبنی ہے۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۴۵۷، کتاب الصوم عیون الرجال لرؤیۃ الھلال)

۶) <u>متاخرین فقہاء کرام و مفتیان عظام کا ایک متفقہ فیصلہ:</u> قاسم العلوم ملتان کے ایک اجلاس میں (جو ۱۶ ستمبر ۱۹۵۷ء بمطابق محرم الحرام ۱۳۷۷ھ ہوا تھا) شائع ہوا ہے کہ حنفیہ کثر اللہ سوادھم کے ہاں مفتی بہ اور ظاہر مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے ملاحظہ ہو اگرچہ اس فیصلہ میں مختلف امور پر بحث ہو چکی ہے لیکن ہم اپنے اس زیر بحث مسئلہ کا حکم نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اختلاف مطالع صوم (روزہ) وفطر (عیدالفطر) میں بشرطیکہ دوسری جگہ ثبوت رؤیت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا۔

<u>صدر مجلس:</u> شیخ العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ

<u>محرر فیصلہ:</u> قائد جمعیت سالار اعظم، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مفتی قاسم العلوم ملتان۔

<u>ارکان مجلس:</u> (۱) مفتی رشید احمد صاحب دارالافتاء کراچی (۲) مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ، مفتی خیر المدارس ملتان (۳) مولانا محمد صادق ناظم امور مذہبیہ بہاولپور (۴) مولانا مفتی عبدالرحمان محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور اسکے علاوہ بھی کئی علماء و مفتیان اس مجلس کے ارکان تھے۔ تفصیل کیلئے احسن الفتاویٰ ۴/۴۷۱ کتاب الصوم رسالہ عیون الرجال لرؤیۃ الھلال ملاحظہ ہو۔

<u>مصدقین فیصلہ:</u> اس فیصلہ کے مصدقین حضرات علماء کی کافی تعداد بھی مذکور ہے۔ جن

میں (۱) مولانا ظفر احمد عثانی تھانویؒ صاحب اعلاء السنن (۲) شیخ المشائخ مفسر اعظم ولی کامل عارف باللہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (۳) شیخ الحدیث ولی کامل حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۴) مولانا مفتی محمد یوسفؒ صاحب مفتی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۵) مولانا مفتی مسعود احمدؒ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند (۶) مولانا مفتی عزیز الرحمان بجنوریؒ مفتی دارالعلوم دیوبند (۷) مولانا سعید احمدؒ سعید مدرس دارالعلوم دیوبند (۸) مولانا مفتی سعید احمدؒ مفتی مظاہر العلوم سہارنپور۔ انکے علاوہ اور بھی ہر مکتبہ فکر کے علماء کی تصدیقات موجود ہیں۔ تفصیل کیلئے احسن الفتاویٰ ۴/۴۶۹، کتاب الصوم رسالہ عیون الرجال لرؤیۃ الھلال میں ملاحظہ ہو۔

۷) دارالعلوم کراچی کا فتویٰ: الجواب حامداً ومصلیاً

حنفیہ کے اصل مذہب میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اسلئے ایک جگہ کی رؤیت سے پورے عالم اسلام میں روزہ رکھنا اور عید کرنا جائز ہے اور موجودہ حالات میں اس اصل مذہب پر عمل کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس میں دوشرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ جس جگہ کی رؤیت کا اعتبار کیا جارہا ہے وہاں رؤیت کا ثبوت شرعی ضابطہ شہادت (جسکی مکمل تفصیل کتب فقہ میں ہے) کے مطابق ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خبر دوسرے شہروں میں طریق شرعی سے پہنچے، طریق شرعی یہ ہے کہ دو آدمی آکر یہ گواہی دیں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کیا ہے یا خبر مستفیض ہو جائے اگر یہ دوشرطیں پائی جائیں تو اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے کی بنیاد پر دنیا بھر میں رمضان وعید ایک دن ہونے کا انتظام ممکن ہے۔

بشرطیکہ اسلامی حکومتیں اس پر متفق ہو کر مذکورہ بالا شرائط پوری کرنے کا اہتمام

کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید حسین احمد — الجواب صحیح احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ — دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

الجواب صحیح محمد عبدالمنان عفی عنہ

۹) جامعہ قاسم العلوم ملتان کا فتویٰ: صحیح اور مختار مذہب کے موافق اختلاف مطالع ہلال صوم وفطر میں معتبر نہیں۔ یہی راجح اور معتبر اور ظاہر الروایات کے موافق ہے واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعليه المشايخ وعليه الفتوىٰ بحر عن الخلاصة. ہمارے لئے فقہائے محققین کی رائے گرامی ہی حجت نامہ ہے۔ (فقط حررہ منظور احمد یکم رمضان ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۹۸ء)

(۱۰) جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا فتویٰ: فقہی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ تمام بلاد اسلامیہ کا رمضان اور عیدالفطر متحد ہو جائیں اس طور پر کہ جب سعودیہ حفظہا اللہ تعالیٰ میں شرعی ضابطہ کے مطابق رمضان وعید کے چاند کی رؤیت ثابت ہو جائے اور پھر یہ رؤیت شرعی اصول کے مطابق دوسرے ممالک اسلامیہ میں ثابت ہو جائے تو ان تمام ممالک اسلامیہ پر روزہ رکھنا اور عید کرنا ضرور ہوگی۔ (مفتی سیف اللہ حقانی۔ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ)

(۱۱) ندوۃ العلماء کے فتویٰ کا خلاصہ: مندرج بالا تفصیل کی روشنی میں برطانیہ یا کسی دوسرے ملک کا بلکہ عالم اسلام کے کسی گوشہ کے مسلمانوں کا سعودی رؤیت ھلال کے فیصلے کے مطابق رمضان وعیدین وغیرہ ادا کرنا بالکل درست اور صحیح ہے، حرمین شریفین ہم سارے مسلمانوں کا دینی مرکز ہے حج وہاں کی تاریخ ہی کے اعتبار سے تمام مسلمان کرتے ہیں اسلئے حرمین شریفین کے فیصلے کے مطابق عمل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں روزے

اورعیدین کی نمازسب درست ہوجائیگی۔فتنہ سے حفاظت اوراتحادکوہرقیمت پرباقی رکھیں۔واللہ اعلم بالصواب (۱۷جون ۱۹۹۹ء بمطابق ۳ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ)

(۱۲) مفتی محمود بلندشہری ''مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ:

الجواب: حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول کے مطابق اختلاف مطالع معتبرنہیں بلکہ اہل مغرب کی رؤیت کی وجہ سے اہل مشرق پرصوم وافطارکا حکم لازم ہوجاتا ہے جبکہ طریق موجب سے انکورؤیت کی خبرپہنچ جائے۔اگرازالہ اختلاف کیلئے یہ شکل اختیارکرلی جائے کہ باتفاق رائے کسی ملک کوخواہ بعیدہی کیوں نہ ہومعتمد (قابل عمل) تسلیم کرلیں۔اوراس ملک سے بطریق موجب موصول شدہ خبرکے مطابق صوم وافطار کے پابند ہوجائیں جیسا کہ عرض کیاگیا اختلاف مطالع کا اعتبارنہیں پس مجبوراًبرطانیہ کیلئے حجاز مقدس اورحرمین شریفین کے فیصلہ کے مطابق عمل ہونے کی شرعاً گنجائش ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم محمود بلندشہری بحوالہ قول فیصل درمسئلہ رؤیت ہلال

(ص ۹۷ چھٹی فصل ۱۲۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

یہ چندفتاویٰ اختلاف مطالع کے عدم اعتبارکے بارے میں متاخرین علماءاحناف کے ذکرکئے گئے ورنہ یہ مسلک جمہوراحناف کا ہے۔

اختلاف مطالع کے عدم اعتبارپر ماہرین فلکیات کی آراء:

☆ ماہرفلکیات محدث کبیرحضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازیؒ کی رائے گرامی:

مذہب ثانی عند مالک واحمد وابی حنفیہ اختلاف مطالع معتبرنہیں ہے۔شرعی مسائل میں لہذا ایک ملک کی رؤیت دوسرے ممالک کیلئے معتبرہے اوراس پرعمل لازم ہے بشرطیکہ شرعی طریقہ سے ثابت ہوجائے،پشاورکی رؤیت لاہورکیلئے معتبرہے اسی طرح سعودی عرب کی رؤیت بھی ہمارے لئے معتبرہے۔بشرطیکہ صحیح ثابت ہوجائے۔

(تقریر ترمذی ص ۱۶۹ رجسٹر ۲، مسودہ جمعہ مولانا احمد سعید انگوی)

☆ ماہر فلکیات جناب انجینئر بشیر احمد بگوی کی رائے اور تحقیق:

(جناب انجینئر بشیر احمد بگوی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو رؤیت ہلال کے بارے میں ایک مضمون بنام علاقائی اسلامی تقویم ارسال کیا تھا یہاں اسکی اہم عبارات اور خلاصہ پیش کیا جاتا ہے)

(۱) رؤیت ہلال اور قمری مہینوں کی پہلی تاریخ کا تعین ایک شرعی مسئلہ ہے۔ فقہاء عظام نے اس کے لئے مختلف ضوابط مقرر فرمائے ہیں بعض حضرات گرامی نے اختلاف مطالع کو مہینہ کی پہلی تاریخ کے تعین کی اساس قرار دیا ہے۔ انکا موقف یہ ہے کہ اختلاف مطالع کو نظر انداز کرنے سے کوئی مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا بھی ہوسکتا ہے۔ اسکے برعکس بعض دیگر حضرات اختلاف مطالع کے قائل نہیں۔ انکے مطابق اگر ایک جگہ چاند نظر آجائے تو دنیا میں جہاں جہاں (زوال سے پہلے پہلے) اسکی اطلاع پہنچ جائے وہاں اسی روز سے قمری ماہ کا آغاز کیا جائے۔ راقم کے خیال میں یہ رائے زیادہ وزن رکھتی ہے کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے کہ جس میں انبیاء کرام کے جد امجد حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ذریعہ تمام بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی گئی۔

اختلاف مطالع بحوالہ علاقائی اسلامی تقویم (۱۴۲۱ھ): (۲) اس تقویم کی اساس یہ ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں پہلی دفعہ چاند نظر آئے یا اس سے مشرقی جانب ۱۲ گھنٹے (۱۸۰ درجات طول بلد) کے اندر اندر جہاں جہاں اسکی اطلاع مل جائے وہاں نئے ماہ کا آغاز کیا جائے۔

مشاہدات: (۳) اختلاف مطالع کے اعتبار کا مرکزی نقطہ کہ اسکے خلاف عمل کرنے سے مہینے ۲۸ یا ۳۱ دن کے ہو جائیں گے، کم از کم اس تقویم سے ثابت نہیں

ہوتااور اگر کبھی ایسا ہو بھی تو عام دستور کی طرح حدیث نبوی ﷺ کے تحت مہینہ کم از کم ۲۹ اور زیادہ سے زیادہ ۳۰ دن کا شمار کیا جائے۔

(۴) اختلاف مطالع کی قدرتی تحدید کے باوجود پوری دنیا میں ایک دن عید ممکن ہے۔

خلاصہ:

(۵) (ا) اختلاف مطالع کا اعتبار کوئی شرعی ضرورت نہیں بلکہ یہ ایک طبعی (جغرافیائی) امر ہے کہ جسکے تحت بعض مہینوں میں دنیا کے بعض مشرقی خطے رؤیت کے اعتبار سے باقی کرہ زمین سے کٹ جاتے ہیں اور وہاں لازماً دوسرے دن عید ہوتی ہے۔

(ب) صبح صادق کے بجائے طلوع آفتاب یا چاشت تک رؤیت کی اطلاع ملنے کا انتظار کیا جائے تو دنیا کے وہ مشرقی خطے جہاں دوسرے روز عید واقع ہوتی ہے انکے شرقاً غرباً پھیلاؤ کو اور بھی کم کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے مضمون کے اہم اقتباسات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ اختلاف مطالع کو اعتبار نہ دینے میں کوئی فنی خرابی بھی جو شرعی مسئلے کی خرابی کا باعث بنے لازم نہیں۔ اور جغرافیائی اختلاف کے باوجود سب مسلمانوں کی ایک عید ممکن ہوسکتی ہے بخلاف اعتبار دینے سے امت کی وحدت متاثر ہوسکتی ہے جو مضر ہے۔

مذہب مالکی: حنفیہ کی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں بلکہ انکے ہاں یہ مسئلہ اجماعی ہے یہاں پر ہم مذہب مالکیہ کی چند کتابوں سے بطور نمونہ ان کے مذہب کے اقتباس نقل کئے دیتے ہیں۔

(ا) علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدردیر المالکیؒ لکھتے ہیں:

وعم الصوم سائر البلاد والاقطار ولو بعدت ان نقل عن المستفیضة او عن عدلین بهما. (الشرح الصغیر ۱/۷۴۲، باب الصوم)

ترجمہ: تمام بلاد اور اطراف میں روزے کا حکم عام ہوگا اگر چہ وہ دور ہوں بشرطیکہ وہ خبر (رؤیت کی خبر) مستفیض ہو یا عادل گواھان کے ذریعے ان کے پاس پہنچ جائے۔

(۲) مالکیہ کے مجتہد حافظ ابوعمر ابن عبدالبر النحری القرطبی مالکیۃ کا مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اذا رأى الهلال فى مدينة اوبلدرؤية ظاهرة اوثبتت رؤية بشهادة قطعية ثم نقل ذلك عنهم الى غيرهم بشهادة شاهدين لزمهم الصوم ولم يجزلهم الفطر.

(الكافى فى فقة المالكى ۱/۲۹۰، كتاب الصوم باب مايوجب الصيام)

ترجمہ: جب مدینہ یا کسی دوسرے شہر میں ظاہری طور پر چاند دیکھا جائے یا اسکی رویت شھادت قطعیہ سے ثابت ہو جائے اور پھر یہ بات ان سے دوسرے لوگوں کے پاس دو گواھان کے ذریعے منتقل ہو جائے تو ان پر روزہ لازم ہوگا اور ان کیلئے فطار جائز نہیں۔

(۳) زمان حال کے محقق عالم دین شیخ وھبہ الزحیلی مالکیۃ کا مذہب الشرح الکبیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں وقال المالكية اذا رأى الهلال عم الصوم سائر البلاد قريبا اوبعيدا ولايراعى فى ذلك مسافة قصر ولااتفاق المطالع ولاعدمهايجب الصوم على كل منقول اليه ان نقل بشهادة عدلين اوبجماعة مستفيضة اى منتشرة.

(الفقه الاسلامى وادلته ۲/۶۰۶ كتاب الصوم المطلب الثالث)

مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر چاند دیکھا گیا تو روزہ کا حکم عام ہو جائے گا تمام شہروں میں شہر دور ہوں یا قریب اسمیں مسافت قصر کی کوئی رعایت نہ ہوگی اور نہ اتفاق مطالع کا اعتبار ہے اور نہ عدم اتفاق کا بلکہ روزہ ہر منقول الیہ پر واجب ہے بشرطیکہ اس رؤیت کی خبر دو عادل گواھان یا جماعت مستفیضہ کے ذریعے نقل ہو جائے

(۴) مشہورومعروف محقق حافظ الدنیا حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے بھی مالکیہ کا مذہب عدم اعتبار کا نقل کیا ہے ثانیهما مقابله اذا رای ببلدة لزم اهل البلاد کلها وهو المشهور عند المالكية.

(فتح الباری ۹۸/۴، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الهلال فصوموا الخ)

کسی شہر میں چاند دیکھا گیا تو تمام بلاد پر روزہ لازم ہے اور یہ مالکیہ کے ہاں مشہور ہے۔

مالکیہ کی چند تصریحات (جو بطور نمونہ ذکر کئے گئے) سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ مالکیہ کا مذہب بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے۔ اور یہی مالکیہ کا ظاہر مذہب ہے چنانچہ علامہ ابوعمر بن عبدالبحر الخرامی فرماتے ہیں قال عبدالمالک مثل ذلک فی الروایة الظاهرة. (الکافی ۲۹۰/۳ کتاب الصوم، باب یایوجب الصیام الخ)

عبدالمالک نے کہا ہے کہ اس طرح ظاہر الروایہ میں ہے۔

بعض علماء کرام نے مالکیہ کا مذہب اس کے علاوہ نقل کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں اس تحقیق کا بھی جائزہ لیا جائیگا۔

مذہب حنبلی: مذاہب اربعہ میں امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی مذہب حنفی و مالکی کی طرح اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے اور یہی ان کے ہاں بھی مفتی بہ ہے۔ نمونہ کیلئے چند کتابوں کی صریح عبارات اور فتاویٰ رقم کئے جاتے ہیں۔

(۱) محقق زمانہ اور فقہ حنبلی کے مشہور و معروف فقیہ علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں اذا رای الهلال اهل بلدة لزم جميع البلاد الصوم وهذا قول الليث وبعض اصحاب الشافعية. (المغنی ۸۸/۳، کتاب الصیام فصل)

ترجمہ: جب ایک شہر والے چاند دیکھیں تو تمام بلاد والوں پر روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا یہ قول لیث بن سعد اور بعض شوافع کا ہے۔

(۲) علامہ علاؤالدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداویؒ لکھتے ہیں اذا رأی الھلال اھل بلد لزم الناس کلھم الصوم لاخلاف فی لزوم الصوم علی من راہ واما من لم یرہ فان کانت المطالع متفقة لزمھم الصوم ایضا وان اختلف المطالع فالصحیح من المذھب لزوم الصوم ایضا.

(الانصاف فی معرفة الراجع من الخلاف ۳/۲۷۳، کتاب الصیام)

جب ایک شہر والے چاند دیکھے تو تمام شہر والوں پر روزہ لازم ہے اب جنھوں نے چاند دیکھا ہے ان پر روزہ لازم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں البتہ جنھوں نے نہیں دیکھا تو اگر ان کے مطالع متفق ہوں تو بھی تمام شہر والوں پر روزہ لازم ہونے پر بھی اتفاق ہے لیکن بلاد کا مطلع مختلف ہو تو صحیح مذہب کے مطابق ان پر بھی روزہ لازم ہے۔

(۳) علامہ ابن تیمیہؒ فقیہ مذہب حنبلی فرماتے ہیں فالصواب فی ھذا واللہ اعلم مادل علیہ قولہ صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون فاذا اشھد شاھدان لیلة الثلاثین من شعبان انہ راہ بمکان من الامکنة قریب اوبعید وجب الصوم.

(مجموعة الفتاویٰ الکبریٰ ۲۵/۱۰۵، کتاب الصوم فصل مسئلة رؤیة الھلال)

صحیح بات اس میں یہ ہے کہ جس پر آپ ﷺ کا فرمان دلالت کرتا ہے کہ تمہارا روزہ اس دن ہے جس روز تم روزہ رکھتے ہوں اور افطار (عید) کا دن وہ ہے جس روز تم عید مناتے ہو اور قربانی کا دن وہ ہے جس روز تم قربانی کرتے ہوں اور جب دو گواہان شعبان کی تیسویں رات کو گواہی دیں کہ انہوں نے فلاں مقام پر چاند دیکھا ہے تو سب پر روزہ واجب ہو جائے گا چاہے وہ جگہ قریب ہو یا بعید۔

(۴) علامہ علاؤالدین ابوالحسن سلیمان الشیر ازیؒ الفائق کے حوالے سے نقل کرتے

ہوئے لکھتے ہیں والروية ببلد تلزم المكلفين كافة (الانصاف ۳/۲۷۳ کتاب الصیام) ایک شہر میں چاند دیکھنے سے سارے مکلف لوگوں پر روزہ لازم ہو جاتا ہے اور الرعایۃ الکبری میں لکھا ہے یلزم من لم یره حکم من راٰه

(الانصاف ۳/۲۷۳ کتاب الصیام)

کہ جس نے چاند نہیں دیکھا تو اس پر چاند دیکھنے والوں کا حکم لازم ہو جائے گا۔

(۵) شیخ وھبۃ الزحیلی حنبلیہ کا مذہب نقل کرتے ہیں قال الحنابلة اذا ثبتت روية الهلال بمكان قريبا كان او بعيدالزم الناس كلهم الصوم وحكم من لم يره حكم من راٰه. (الفقه الاسلامی وادلته ۲/۶۰۶، کتاب الصوم اختلاف المطالع)

حنابلہ کہتے ہیں کہ جب چاند کی رؤیت کسی جگہ ثابت ہو جائے چاہے وہ قریب ہو یا بعید تو سب لوگوں پر روزہ لازم ہے دیکھنے والوں اور نہ دیکھنے والوں کا حکم برابر ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ان تینوں مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ عبدالرحمان الجزائری نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ان تینوں مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ایک شہر کی رؤیت جب دوسرے شہر کو بطریقہ شرعی پہنچ جائے تو دوسرے شہر کیلئے موجب صوم (روزہ) وفطر (عید) ہے۔ اذاثبتت رؤيةالهلال فی قطرمن الاقطار وجب الصوم على سائر الاقطار لافرق بين القريب من جهة الثبوت والبعيداذا بلغ هم من طريق موجب للصوم ولاعبرة باختلاف مطلع الهلال مطلقا عندثلاثة من الائمة خالف الشافعية. (کتاب الفقه علی مذهب الاربعه ۱/۵۵۰ کتاب الصیام)

جب چاند کی رؤیت دنیا کے کسی کونے میں ہو جائے تو روزہ ساری دنیا والوں پر

واجب ہے۔ اسمیں قریب وبعید کا کوئی فرق نہیں بشرطیکہ رؤیت ہلال کا حکم وہاں بطریق شرعی پہنچ جائے اسلئے کہ ائمہ ثلاثہ کے ہاں اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں خلافاً للشافعی۔

مذہب شافعی: اگر چہ امام شافعیؒ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کے قائل ہیں اور یہی انکا مذہب ہے لیکن پھر بھی اس حقیقت سے امام شافعیؒ کے بعض مقلدین فقہاء چشم پوشی نہ کر سکے انہوں نے بھی ائمہ ثلاثہ کے مطابق قول کیا اور فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

(۱) چنانچہ علامہ ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں اذرای الهلال اهل بلدلزم جميع البلاد الصوم وهوقول الليث وبعض الشافعية (المغنی ۳/۴۴، کتاب الصیام)

جب کسی شہر والے چاند کی رؤیت کریں تو تمام بلاد والوں پر روزہ رکھنا لازم ہے یہی قول لیث بن سعد اور بعض شافعیہ کا ہے۔

(۲) خود اس بات کا اعتراف شارح مسلم امام نوویؒ بھی کر چکے ہیں اور فرماتے ہیں والصحیح عنداصحابنا ان الرؤية لاتعم الناس بل تختص بمن قرب...وقال بعض اصحابنا تعم الرؤية فی موضع جميع اهل الارض.

(شرح مسلم للنووی ۱/۳۴۸،باب بیان لکل بلد رؤیت)

ہمارے علماء کے ہاں صحیح رائے یہ ہے کہ رؤیت کا حکم عام نہیں بلکہ قریب والوں کے ساتھ خاص ہے اور ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ رؤیت کی خبر تمام زمین والوں کیلئے عام ہے۔

(۳) بلکہ علامہ ابن منذرؒ نے امام شافعیؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں چنانچہ مولانا محمد زکریاؒ شرح موطأ امام مالک میں نقل کرتے ہیں قال اکثر الفقهاء اذاثبت خبر الناس ان اهل بلدمن البلادان قدراوه قبلهم فعليهم قضاء ماافطروهوقول اصحاب الرای ومالک واليه ذهب الشافعی واحمد.

(اوجز المسالک ۳/۶، ماجاء رؤية الهلال للصايم والفطر فی رمضان)

اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ جب چاند کی رؤیت ثابت ہو جائے تو لوگوں کو اس بات کی اطلاع دی جائے کہ فلاں شہر والوں نے تم سے پہلے چاند دیکھا ہے لہذا ان پر فوت شدہ روزے کی قضاء لازم ہے اور یہی قول اصحاب الرائے، امام مالکؒ کا ہے اور اسی کی طرف امام شافعیؒ اور احمدؒ بھی گئے ہیں۔

۴) اور اسی طرح علامہ ابن عابدینؒ مشہور و معروف شافعی عالم حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے امام شافعیؒ کی ایک رائے نقل کرتے ہیں کہ باوجود اسکے کہ آپ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کے قائل ہیں مگر وہ بھی یہ رائے رکھتے ہیں کہ جب کسی حاکم کے پاس چاند کی خبر پہنچ جائے اور وہ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا قائل ہو اور وہ حکم صادر کرے تو جملہ رعایۃ پر روزہ رکھنا یا عید منانا واجب ہوگا۔

(رسائل ابن عابدین ج ۱/۲۶۳، رسالة تنبیه الغافل و الوسنان علی احکام هلال و رمضان)

مذہب اہل حدیث: مذاہب اربعہ کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تین مذاہب کی متفقہ اور مذہب شافعی کے بعض فقہاء کی رائے اور فتویٰ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے انکے علاوہ اہل حدیث بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ہیں۔

(۱) چنانچہ اہل حدیث کے مشہور و معروف عالم اور فقیہ علامہ وحید الزمان حیدر آبادیؒ مترجم صحاح ستہ فرماتے ہیں ولا عبرة لاختلاف المطالع وقیل یعتبر اذا کانت المسافة قدر شهر الخ (کنز الحقائق من فقه خیر الخلائق ص ۴۷، کتاب الصوم)

ترجمہ: اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ بعض نے اعتبار دیا ہے بشرطیکہ دونوں شہروں کے درمیان ایک مہینے کی مسافت ہو۔

علامہ صاحبؒ کی مذکورہ عبارت واضح طور پر اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں اور جہاں تک دوسرے اقوال کا تعلق ہے تو اسکو علامہ

صاحب نے قیل کے ساتھ ذکر کر کے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۲) مشہور غیر مقلد فقیہ ومحدث علامہ محمد بن علی الشوکانی الشھیر بقاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں والذی ینبغی اعتماده هوماذهب اليه المالكية وجماعة من الزيدية واختاره المهدى منهم وحكاه القرطبى عن شيوخه انه اذاراه اهل بلدلزم اهل البلاد كلها (نيل الاوار ۴/۲۰۷، باب الهلال اذا راه اهل بلدة هل يلزم)

مناسب یہ ہے کہ اس رائے کو معتمد مانا جائے جسکو مالکیہ اور زیدیہ کی ایک جماعت اور امام مہدیؒ نے اختیار کیا ہے اور امام قرطبیؒ نے اپنے اساتذہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھ لیا تو تمام شہروں کے باشندگان پر حکم لازم ہوگا۔

(۳) مشہور غیر مقلد عالم دین علامہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ فرماتے ہیں

واين دال ست برينكه رويت جميع بلادست پس لازم باشدحكم

ترجمہ: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ایک شہر میں چاند کی رؤیت ہوئی تو یہ رؤیت تمام شہروں کے لئے ہے اسی وجہ سے سب پر حکم لازم (واجب) ہوگا تو گویا علماء مذہب اہل حدیث بھی جمہور کے ساتھ اتفاق رائے رکھتے ہوئے اختلاف مطالع کو اعتبار نہیں دیتے۔

(المحرام مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱/ ۵۰۳)

<u>مذہب ظاہریہ:</u> اہل ظواہر کے بانی علامہ ابن حزمؒ کی رائے موسوعۃ جمال عبدالناصر میں منقول ہے أما ابن حزم فان الذی یوخذ من کلامه انه لایعتبر اختلاف المطالع اذیقول ومن صح عنده بخبر من یصدقه: من رجل واحداوامرأة واحدة عبداوحرأوامة اوحرة فصاعداأن الهلال قدرؤی البارحة فی آخر شعبان ففرض عليه الصوم صام الناس أولم يصوموا وكذالك لوراٰه هو وحده (موسوعۃ جمال عبدالناصر ۴/ ۹۷)

ترجمہ: علامہ ابن حزم کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ان کے نزدیک اس شخص کی اطلاع درست ہے چاہے ایک مرد ہو یا ایک عورت، غلام ہو یا آزاد، باندی ہو یا آزاد جو اس بات کی تصدیق کرے کہ بیشک شعبان کی آخری رات کو چاند دیکھا گیا ہے پس اس پر روزہ فرض ہوا چاہے روزہ رکھے یا نہ رکھے اسی طرح ایک نے دیکھا ہو۔

موسوعۃ کی عبارت کی وضاحت سے علامہ ابن حزم ظاہری کا فتویٰ اور مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا معلوم ہوتا ہے گویا کہ اہل ظواہر کا مذھب بھی جمہور کے مذھب اور فتویٰ کے مطابق اور اس کا مؤید ہے۔

مذہب زیدیہ: زیدیہ روافض کا ایک گروہ ہے جو امام زین العابدینؒ کے بیٹے حضرت زیدؒ کی طرف منسوب ہے، ان کے فقہاء کی ایک جماعت بھی اس بات کی قائل ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، چنانچہ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں **والذی ینبغی اعتمادہ ھوماذھب الیہ المالکیۃ وجماعۃ من الزیدیہ واختارہ المھدی منھم وحکاہ القرطبی عن شیوخہ انہ اذارأہ اھل بلدلزم اھل البلاد کلھا**

(نیل الاوطار ۴/۲۰۷)

مناسب یہ ہے کہ اس رائے کو معتمد مانا جائے جس کو مالکیۃ زیدیہ کی ایک جماعت اور امام مہدیؒ نے اختیار کیا ہے اور امام قرطبی نے اپنے اساتذہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو تمام شہروں کے باشندگان پر حکم لازم ہوگا۔

دور حاضر کے عرب محققین کی آراء: دور حاضر کے مانے گئے عرب محققین بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں دنیا بھر میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے ہے وہ سب کے لئے کافی ہے۔

(۱) چنانچہ عرب کے نامور محقق علامہ سید سابقؒ فرماتے ہیں۔

"ذهب الجمهور الى أنه لا عبرة باختلاف المطالع: فمتى رأى الهلال اهل بلد وجب الصوم على جميع البلاد لقول الرسول ﷺ صوموا الرؤيته و افطروا لرؤيته وهو خطاب عام لجميع الأمة فمن رآه منهم فى أى مكان كان ذلك رؤية لهم جميعا"

(فقه السنة: ۱/۳۸۵، ۳۸۶، الصيام فصل شهر رمضان اختلاف المطالع)

ترجمہ: جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جب کسی بھی شہر والوں نے چاند دیکھا تو سب لوگوں پر روزہ واجب ہو جائے گا اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر افطار کرو اور یہ خطاب عام جو جمیع امت کو شامل ہے پس جس نے جہاں بھی چاند دیکھا تو یہ رؤیت سب کے لئے ہے۔

(۲) اس طرح دور حاضر کے عظیم مفکر اور مشہور فقیہ علامہ شیخ وھبہ زحیلی (جنکی تصنیف کردہ کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ ہر کتب خانہ کی زینت ہے اور ہر خاص و عام اس سے استفادہ کرتے ہیں) فرماتے ہیں

" وهذا الرأى (رأى الجمهور) هو الراجح لدىّ تو حيداً للعبادة بين المسلمين و منعامن الاختلاف غير المقبول فى عصرنا لأن ايجاب الصوم معلق بالرؤية دون تفرقة الاقطار"

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۶۱۰، کتاب الصوم المطلب الثالث اختلاف المطالع)

یہ رائے (جمہور کی رائے) راجح ہے اس لئے کہ یہ مسلمانوں کی عبادت میں وحدت کا ذریعہ ہے۔ اور ہمارے زمانے میں اختلاف سے منع مقبول نہیں اس لئے کہ روزہ کا وجوب رؤیت کے ساتھ معلق ہے اس میں اقطار کے اختلاف کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) اسی طرح علامہ عبد الرحمٰن الجزائریؒ اختلاف مطالع کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اذا ثبتت رؤية الهلال من الاقطار وجب الصوم على سائر الاقطار لا فرق بين القريب من جهة الثبوت و البعيد اذا بلغهم من طريق موجب للصوم"

(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ١/ ٥٥٠، كتاب الصيام اذاثبت الهلال في قطر)

کہ جب چاند کی رؤیت دنیا کے کسی بھی کونے میں ثابت ہو جائے تو دنیا کے تمام کونوں میں سننے والوں پر روزہ واجب ہو جائے گا جس میں قریب و بعید کا کوئی فرق نہیں بشرطیکہ یہ اطلاع بطریقہ موجب شرعی پہنچ جائے۔

(۴) (عمان) اردن کے مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ جو ۸ تا ۱۳ صفر ۱۴۰۷ھ بمطابق 11 اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہوا تھا۔

في المسألة الاولى: إذا ثبتت الرؤية في بلد وجب على المسلمين الالتزام ولا عبرة لاختلاف المطالع لعموم الخطاب بالأمر بالصوم والافطار:

جب ایک شہر میں رؤیت ثابت ہو جائے تو سارے مسلمانوں پر اس رؤیت کی وجہ سے روزہ وافطار کرنا لازم ہو جاتا ہے اس لئے کہ صوم اور افطار کے عام خطاب کی وجہ سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۵) الشیخ احمد عبد العال مصری کا فتویٰ یہ مسئلہ دونوں رخوں کا ملخص ہے ایک رخ جس پر جمہور کا عمل ہے چاند کے مطالع کے اختلاف کے عدم اعتبار کا ہے، یعنی اگر کسی بھی اسلامی علاقے میں رؤیت ہلال شرعی ثبوت کے ساتھ مل جائے تو تمام اسلامی ممالک کے باشندوں پر لازم ہوگا وہ اس رؤیت کے نتائج کی پابندی کریں۔ بشرطیکہ اس ثبوت صحیح اور باوثوق

طریقے سے بہم پہنچ جائے۔

ظاہر ہے پہلی رائے اپنے دلائل کی بنا پر راجح ہے اور اس پر عمل مسلمانوں کے مصالح سے قریب تر ہے کیونکہ روزہ، حج، قربانی کی عبادتوں اور عیدیں اور دینی تہواروں کی ادائیگی میں یکسانیت مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق میں مدد دے گی۔ دوسری رائے کے حامل لوگوں نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے وہ نا قابل قبول ہیں اور ان میں بحث اور اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔ (بحوالہ ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد......نومبر ۱۹۷۴ شمارہ نمبر ۵)

(۶) رابطہ عالم اسلامی کا فیصلہ: ۱۸ مارچ ۱۹۷۴ کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام عرب علماء اور ماہرین فلکیات کے باہمی اتفاق رائے سے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی قرارداد منظور ہوئی جس میں جامعہ قاہرہ کے شعبہ علوم فلکیات کے سربراہ ڈاکٹر محمد جمال الدین افندی بطور مہمان خصوصی مدعو تھے، اسکے علاوہ بھی جید علماء وفقہاء شریک تھے قرارداد کا متن مندرجہ ذیل ہے۔ **اذا ثبت رویة الهلال شرعا فی بلد اسلامی فی رمضان او فی شوال و حکم ثبوتها حاکم شرعی لزم الصوم فی رمضان والافطار منه فی شوال بجمیع البلادالاسلامیة الاخری و هذا موافق بما علیه المذاهب الاربعة.**

ترجمہ: جس رمضان یا شوال میں کسی اسلامی شہر (ملک) میں شرعی طور پر رویت ہلال ثابت ہو جائے اور شرعی حاکم اسکے ثبوت کا فیصلہ دے دے تو دوسرے تمام اسلامی ملکوں میں رمضان کا روزہ اور شوال میں عید منانا لازمی ہو جائیگا یہ رائے مذاہب اربعہ کے عین موافق ہے۔ (الفکر اسلامی بحوالہ فکر و نظر اسلام آباد)

اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے دلائل: جملہ مذاہب کی جو تحقیق ما قبل صفحات میں ذکر کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، اہل مشرق کی رویت اھل

مغرب کیلئے اور اہل مغرب کی رؤیت اہل مشرق کیلئے جب بطریقہ شرعی وہ خبر وہاں پہنچ جا ئے تو وہ حجت ہے ایک جگہ کی رؤیت سے دوسرے مقامات اور ملکوں میں بسنے والوں پر روزہ یا افطار لازم ہو جائے گا۔

قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ سے ثبوت:

یہ حضرات اپنے اس موقف کیلئے قرآن کریم آیات مبارکہ و سنت نبویﷺ کی چند روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فمن شهد منكم الشهر فليصمه (الا یة)؛ جو تم میں سے چاند کو دیکھے تو وہ روزہ رکھے۔

اس آیت سے استدلال کو سمجھنے کیلئے چند باتوں کو ذہن نشین رکھنا چاہیے۔

(الف) اس بات پر سب لوگ متفق ہیں کہ سارے لوگ چاند نہیں دیکھ سکتے۔

(ب) اور یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ہر ایک آدمی چاند دیکھنے کا مکلف بھی نہیں۔

(ت) یہ آیت بھی عام ہے کہ چاہے آدمی سفر میں ہو یا حضر میں، بیمار ہو یا تندرست ہر حال میں روزہ اس پر فرض ہے۔

(ج) اس طرح اس آیت میں کسی شہر یا مسافت کی بھی کوئی قید نہیں رکھی گئی ہے، بلکہ عام حکم ہے۔

(ح) اور یہ بھی بدیہیات میں سے ہے کہ بعض کے دیکھنے سے دیگر مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

تو ان باتوں کو سمجھنے کے بعد اب یہ بات ضرور سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ آیت کی عمومیت عدم قید بلد وغیرہ سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایک دو آدمیوں کے چاند دیکھنے سے دیگر مسلمانوں پر روزہ فرض ہوگا اور یہ بات عدم اعتبار اختلاف مطالع کو مستلزم ہے۔

چنانچہ مولانا شیخ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں "ولنا قوله تعالى فمن شهد منكم الشهر فليصمه الاية، اجمع المسلمون على وجوب صوم شهر رمضان و قد ثبت ان هذا اليوم من شهر رمضان بشهادة الثقات فوجب صومه على جميع المسلمين ولأن شهر رمضان مابين الهلالين..... ولأن البينة العادلة شهدت برؤية الهلال فيجب الصوم كمالو تقاربت البلدان"

(احکام القرآن ۱/ ۲۰۱ لااعتبار باختلاف المطالع)

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ "جس نے چاند دیکھا تو وہ روزہ رکھے" مسلمانوں کا رمضان کے مہینے کے روزوں کے وجوب پر اتفاق ہے، اگر چند ثقہ گواہوں کی گواہی سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ آج کا دن رمضان کا ہے تو تمام شہروں کے مسلمانوں پر روزہ لازم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ رمضان کا مہینہ دو چاندوں کے درمیان ہے......اور بے شک ایک ثقہ کے گواہ نے چاند کی رؤیت پر شہادت دی پس اس کی وجہ سے روزہ واجب ہوا جیسا کہ قریب شہروں کے باشندگان پر واجب ہوتا ہے۔

(۲) عن ابی هريرةؓ يقول قال النبی ﷺ او قال، ابو القاسم صوموا لرؤيته فان غبي عليكم فاكملوا عدة ثلاثين من شعبان"

(صحیح البخاری: ۱/۲۵۵، کتاب الصوم)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر تم پر چاند پوشیدہ ہو جائے تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

حدیث شریف کے اطلاقی الفاظ بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی دلیل ہیں، اس لئے کہ اس میں نبی کریم ﷺ نے کسی شہر یا قریہ کو مختص نہیں کیا بلکہ اسمیں جملہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے حکم فرمایا کہ مسلمانوں میں کسی ایک شخص کا چاند دیکھنا سارے

مسلمانوں کا دیکھنا ہے۔ لہٰذا چند محدثین عظام کی تشریح بطور نمونہ پیش خدمت ہے: جنھوں نے حدیث بالا کا یہی مقصد بیان کیا ہے

(الف) علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"ولا حجة لهم فيه لأن هذا لا يختص بأهل ناحية على جهة الانفراد بل هو خطاب لكل من يصلح له من المسلمين فالاستدلال به على لزوم رؤية اهل بلد لغير هم من البلاد أظهر من الاستدلال به على اللزوم لأنه اذرآه اهل بلد فقدرآه المسلمون يلزم غيرهم مالزمهم، الخ

(احكام القرآن ۱/۲۰۲، لجواب عن حجة الخصم فى اعتبار اختلاف المطالع)

اس روایت میں انکی (اختلاف مطالع کو اعتبار دینے والوں) کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ یہ روایت کسی خاص کونے والوں کے ساتھ انفراداً خاص نہیں بلکہ یہ خطاب ہر مسلمان کیلئے ہے، پس اس سے ایک شہر والوں کی رؤیت سے دوسرے شہر والوں پر روزہ واجب ہونے کے حکم کے بارے میں استدلال آسان ہے۔ جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو گویا کہ سب نے دیکھا اور اس سے دوسروں پر بھی وہ حکم لازم ہوگا جو دیکھنے والوں پر لازم ہوا ہے۔

(ب) اور اس حدیث کی شرح میں شارح بخاری علامہ بدرالدین العینیؒ فرماتے ہیں:

"قوله صوموا لرؤيته) رؤية بعض المسلمين ولا يشترط رؤية كل الناس قال النووى بل يكفى من جميع الناس رؤية عدلين "

(عمدة القارى ۱۰/۲۸۱،باب قول النبى ﷺ اذا رائيتم الهلال فصومو الخ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، یعنی بعض کی رؤیت مطلوب ہے سب کی رؤیت ضروری نہیں۔ امام نوویؒ تو فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کیلئے دو ثقہ گواہوں کی

گواہی کافی ہے۔

علامہ عینیؒ کی یہ تشریح بھی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ جب دو ثقہ آدمیوں کی رؤیت تمام مسلمانوں کی رؤیت ہے اور انکی شہادت فرضیت صوم کے لئے کافی ہے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔ اگر حدیث سے یہ مراد نہ ہوتا تو شارح علیہ السلام اس کی عمومی تشریح نہ فرماتے بلکہ اس کو اقلیم، بلاد قریب کے ساتھ مختص کرتے جو انہوں نے نہیں کیا۔

(ج) دور حاضر کے محقق عالم دین شیخ وھبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"فھو یدل علی أن ایجاب الصوم علی کل المسلمین معلق بمطلق الرؤیة والمطلق علی اطلاقه فتکفی رؤیة الجماعة اولفرد المقبول الشهادة"

(الفقه الاسلامی و ادلته ۲/۶۰۹، کتاب الصوم المطلب الثالث اختلاف المطالع)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام لوگوں پر روزہ کا وجوب مطلق چاند دیکھنے پر موقوف ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر چلتا ہے، لہٰذا ایک جماعت کی رؤیت یا ایک مقبول ثقہ کی رؤیت سب کیلئے کافی ہے۔

(د) مشہور عرب محقق الاستاد الشیخ سید سابقؒ بھی بایں الفاظ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و ھو خطاب عام لجمیع الامة فمن رأه منهم فی ای مکان کان ذلک رؤیة لھم جمیعا (فقه السنة ۱/۳۸۶ الصباح اختلاف المطالع)

یہ خطاب جملہ امت کیلئے عام ہے پس جس نے جہاں بھی چاند دیکھا تو یہ سب کیلئے کافی ہے۔

(۳) عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ ذکر رمضان فقال لا تصومو حتی تر و الھلال ولا تفطرواحتی تر وه فان غم علیکم فاقدروا له؛

(الصحیح البخاری : ۱/۲۵۵، کتاب الصوم باب قول النبی ﷺ اذا رائیتم الهلال فصوموا الخ)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے رمضان کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ فرمایا کہ روزہ مت رکھو حتیٰ کہ چاند دیکھو اور افطار مت کرو حتیٰ کہ تم چاند دیکھو اور اگر تم پر چاند مغموم (بادلوں میں چھپ جائے) ہو جائے تو پھر حساب کرو۔

اس روایت کے الفاظ بھی ماقبل کی طرح عدم اعتبار اختلاف مطالع کا اثبات کرتے ہیں۔

(۴) قال النبی ﷺ الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحیٰ یوم تضحون؛

(احکام القرآن ۱/۲۰۲، الجواب عن حجة الخصم فی اعتبار اختلاف المطالع)

آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھو اور عید اس دن ہے جس دن تم افطار کرو اور قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو۔

اس روایت کو علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کیلئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فالصواب فی هذا والله اعلم مادل علیه قوله صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون، الخ

(مجموعه الفتاوىٰ ۲۵/۱۰۵، کتاب الصوم فصل مسئالة رویة الهلال)

حق رائے اس میں یہ ہے جس پر آپ ﷺ کا فرمان: صومکم یوم تصومون الخ دلالت کرتا ہے (یعنی اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں)۔

(۵) عن البراء بن عازب أن عمر بن الخطابؓ کان ینظر الی الهلال فرأه

رجل فقال یکفی المسلمین أحدهم فأمر هم فا فطروا او صا موا؛
(المحلی ۵۳۹/۳ کتاب الصوم باب من صح عنده ان الهلال قدروی فضرض علیه الصوم)

براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ چاند کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے چاند دیکھ لیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کیلئے ایک آدمی کی روایت کافی ہے اور پھر افطار یا روزے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ صحابہ کرامؓ کے سامنے تھا جس میں آپؓ نے ایک آدمی کی رؤیت کو جملہ مسلمانوں کیلئے کافی قرار دیا جبکہ اس وقت مسلمانوں کی آبادی دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی تھی، اگر اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا تو حضرت عمرؓ جو خلیفہ وقت تھے دور و بعید کی قید ضرور لگاتے، جبکہ آپ نے قید نہیں لگائی بلکہ عمومی الفاظ فرمائے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔

(۶) "عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ فقال انی رأیت الهلال یعنی رمضان فقال أتشهد ان لا اله الا اللہ قال نعم قال أتشهد ان محمداً رسول اللہ قال نعم قال قم یا بلال فأذن فی الناس فلیصو موا غداً"
(المحلی ۳۷/۳ کتاب الصوم باب من صح عدنه ان الهلال قدرئوی الخ)

وھکذا فی سنن النسائی ۳۰۰/۱ باب قبول شهادة الرجل الواحد ...... الخ

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اعرابی نے کہا ہاں، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! لوگوں میں اعلان کرو کہ کل روزہ رکھیں۔

(۷) حسین بن الحارث الجدلی...... ان امیر مكة هو الحارث بن

حاطب خطب فقال عهد الينا رسول الله ﷺ ان ننسک لرؤيته فان لم نره وشهد شاهداعدلِ نسكنا بشهادتهما.(سنن ابی داؤد ۱/ ۳۲۹باب شهادة رجلين علی رؤية هلال شوال)(المحلی ۵۳۷/۳ کتاب الصوم باب من جح عنده ان الهلال، قدری ففرض عليه الصوم)

حسین بن حارث الجدلی کہتے ہیں کہ مکہ کے گورنر حارث بن حاطبؓ نے خطبہ میں فرمایا کہ رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم چاند کی رؤیت پر حج کریں اور اگر ہم نے چاند نہیں دیکھا اور دو عادل گواہوں نے گواہی دی تو ہم انکی گواہی پر حج کرینگے۔

مذکورہ روایت سے استدلال کو سمجھنے کے لئے چند باتیں ذہن نشین رکھنی چاہئیں:

(۱) تمام امت کا اجماع ہے کہ حج میں عرفہ کا ایک ہی دن ہے۔

(۲) اگر اس دن عرفہ کو حاجی نہ گیا تو اس کا حج نہ ہوگا۔

(۳) اور عرفہ کے دن جس وقت بھی حاجی عرفات کے میدان میں داخل ہو جائے اگر چہ ایک لحہ کے لئے کیوں نہ ہو تو اس کا حج ادا ہوگا۔اب جب عرفہ کا دن ایک ہے اسی طرح اس دن حاجی کا وہاں جانا ضروری ہے اگر چہ پورے دن میں ایک لحہ کے لئے ہو تو حج ادا ہو جائے گا،تو آج کے اس برق رفتار دور میں اگر کوئی عرفہ کے دن صبح جہاز میں سوار ہو کر دو پہر کو عرفات پہنچ جائے تو حج ادا ہو جائیگا۔لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارا عرفہ آج نہیں بلکہ کل ہے اور رات کو روانہ ہو کر کل عرفات پہنچ جائے تو سب کے نزدیک اسکا حج ادا نہ ہوگا۔تو جب جملہ مسلمانوں کا عرفہ کا دن ایک ہے اور اسکا تعلق بھی رؤیت ہلال سے ہے،اس سے معلوم ہوا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں،ورنہ پھر ہر اقلیم کے لئے اپنا اپنا عرفہ ہوگا اور انکا حج اسی دن ادا ہوگا۔اسلئے آپ ﷺ کا ارشاد کہ مناسک حج رؤیت ہلال سے شروع کرو اگر سب نے نہ دیکھا تو دو ثقہ آدمیوں کی رؤیت کی شہادت سب کیلئے کافی ہے۔جس کو امیر مکہ

حارث بن حاطب نے خطبہ میں پیش کیا۔

(۸) عن ابن عمر قال، قال رسول الله ﷺ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب ،الخ (صحيح البخارى ١/٢٥٦ كتاب الصوم باب قول النبى ﷺ لا نكتسب ولا نحسب)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ہم ان پڑھ امت ہیں ہم نہ کتابت جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔

اس روایت میں بھی اگر غور وفکر کیا جائے تو اس سے بھی یہی متفقہ مسئلہ ثابت ہوگا اس لئے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار کرنے میں اسکی تحدید کے لئے علم ہیئت کے دقائق اور اس کے مشکل حسابات کا علم رکھنا ہوگا جس کا شریعت نے ہمیں مکلّف نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ بعض محدثین عظام نے بھی اس روایت کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"واعلم ان دليل من لم يقل باعتبار اختلاف المطالع قول عليه السلام إنّا امة امية لا نكتب ولا نحسب متفق عليه مشكوة ١/١٦٦ فان اعتباره يتلزم التكليف بها وهو منتف بالحديث فينفى الملزوم"

(اعلاء السنن ٩/١٢٠ كتاب الصوم باب تعليق الصوم برئوية الهلال و كذا افطراه)

جان لو کہ بیشک جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ان کی دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: بیشک ہم ایسی امت ہیں کہ ہم نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا جانتے ہیں (متفق علیہ مشکوہ) بیشک اختلاف مطالع کا اعتبار علم ہیئت اور علم حساب کے دقائق پر موقوف ہے اور ہم اس کے مکلّف نہیں، پس اعتبار دینے میں اس سے تکلیف کا التزام ہے جو حدیث شریف سے نفی (ختم) ہو چکی ہے۔ پس ملزوم (اختلاف مطالع کا اعتبار) بھی ختم ہوا۔

علامہ عثمانیؒ کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ اعتبار اختلاف مطالع میں علم ہیئت کے دقائق اور حساب کا علم رکھنا ہوگا اسکی تحدید اسی پر موقوف ہے تو جب شریعت مقدسہ نے ہمیں اس کا مکلّف نہیں کیا تو لازم کی نفی سے ملزوم جو اعتبار اختلاف مطالع ہے وہ ختم ہوا۔

اسی طرح مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تشریح حدیث بھی کچھ اس طرف میلان رکھتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "قوله لا نكتب ولا نحسب ان العمل بالحساب على ما يتعارفه المنجمون و يتعارفونه ليس مما تعهدنا و لا امرنا اذليس ذلک من هدينا و سنتنا فی شئی" (تعلیق الصحیح ۲/۲۷۷)

ترجمہ: آپ ﷺ کا فرمان ہے: ولا نكتب الخ بیشک حساب پر عمل ہے جو اہل نجوم کے ہاں متعارف ہے اور ہمیں اس کا مکلّف نہیں بنایا گیا اور نہ ہمیں حکم ہوا ہے اور نہ یہ ہماری شریعت اور مسلک میں کوئی حیثیت رکھتا ہے۔

اور ظاہر بات ہے کہ آجکل کے جدید حسابات جو کمپیوٹر وغیرہ جیسے جدید آلات کے ذریعے کیے جاتے ہیں شریعت نے اسکا حکم نہیں دیا ہے اسکے مکلّف ہونے میں تکلیف مالایطاق کا سامنا ہے جو شرعاً مذموم ہے اور اختلاف مطالع کا اعتبار اسی حسابات پر موقوف ہے، اسلئے حدیث مذکور اور تشریحات محدثین اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی طرف مشیر ہیں۔

(۹) عن الحارث عن عليؓ اذا شهدر جلان على رؤية الهلال افطروا"

(المحلی ۳/۵۳۸ کتاب الصوم باب من صح عنده ان الهلال قدروی)

ترجمہ: حضرت حارثؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ جب دو گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دے دیں تو تم افطار کرو۔

حضرت علیؓ کا فرمان بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی طرف نشاندہی کرتا ہے اس لیے کہ آپؓ نے فرمایا کہ جب بھی دو آدمی چاند دیکھنے کی شہادت دین تو تم یعنی اے مسلمانو!

افطار کرو یعنی عید مناؤ۔

اجماع: علامہ ابن قدامہؒ کا دعوی اجماع واجمع المسلمون علی وجوب صوم شهر رمضان و قد ثبت أن هذا اليوم من شهر رمضان بشهادة الثقات فوجب صومه على جميع المسلمين. (المغنی ۳/۸۸، ۸۹، کتاب الصوم)

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان کے مہینے کا روزہ واجب ہے جب قوی شہادت سے ثابت ہو جائے کہ یہ دن رمضان کا ہے جو اسی دن کا روزہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔

قیاسی دلیل:

ان منقولی دلائل کے علاوہ جمہور علماء اس مسئلہ کو قیاس سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ بلاد قریبہ میں تو ایک رؤیت سب کے لئے کافی ہے تو اس طرح بلاد بعیدہ میں بھی وہی رؤیت کافی ہے۔ چنانچہ شیخ وھبہ الزحیلی فرماتے ہیں:

" و اما القياس: فانهم قاسو البلدان البعيدة على المدن القريبة من بلد الرؤية اذلا فرق و التفرقة تحكم لا تعتمد على دليل

(الفقه الاسلامی و ادلته ۲/ ۶۰۹ کتاب الصوم المطلب الثالث اختلاف المطالع)

ترجمہ: دلیل قیاسی، بیشک جمہور نے بلاد بعیدہ کو بلاد قریبہ پر باعتبار رؤیت کے قیاس کیا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں، تفرقہ کا فیصلہ اس دلیل پر ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح قاضی ابویعلی کا کہنا ہے کہ سورج کے مطالع کے اختلاف کی جو اعتبار کیا گیا اور ہر قوم کے لئے اس کے اپنے اوقات کی پابندی کا جو حکم دیا گیا اسکی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو حرج اور مشقت سے بچایا جائے ورنہ عبادات کی ادائیگی میں ان شہروں کے لوگوں کو قضا دینی پڑتی جو دوسرے شہروں کی توقیت اور اسکے حکم کے پابند ہوتے اس کے برعکس چاند کے مطالع کی

صورت دوسری ہے اسکے اختلاف کا اعتبار نہ کرنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی ممنوع لازم آتا ہے کیونکہ سال بھر میں رمضان کا مہینہ صرف ایک ہے حکم رؤیت پر عمل سے دوسرے علاقوں پر اگر قضاء لازم آتی ہے تو صرف ایک روزہ کی یعنی رمضان کے پہلے روزے کی اور وہ بھی اس صورت میں جب ان لوگون کو رؤیت کا ثبوت اسی روز نہ ملا ہو جس روز رؤیت والے شہر میں چاند دیکھا گیا اور ایک دن کی قضاء میں اتنا بڑا حرج نہیں۔

(ماہنامہ فکر ونظر، نومبر ۱۹۷۴ شمارہ ۵)

قاضی صاحب کے کلام سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے میں تو حرج ہے مگر عدم اعتبار میں کوئی حرج لازم نہیں اور اگر لازم آتا بھی ہو تو صرف ایک روزہ کی قضاء کرنی ہوگی مگر جدید دور کے مواصلاتی نظام نے اس حرج کو بھی دور کر دیا۔ چند منٹوں میں دنیا کے ایک کونے کی خبر دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہے بلکہ بعض اوقات ایک ملک کے باشندے اپنے ملک کے انقلابی حالات سے اپنے ملک میں بے خبر ہوتے ہیں اور دوسرے بعید مما لک مثلاً امریکہ، لندن وغیرہ انقلاب آتے ہی خبردار ہوتے ہیں لہٰذا اب تو وہ حرج بھی دور ہو گیا ہے۔

دلیل الزامی

اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کی صورت میں ہر ملک یا شہر کیلئے مطلع کا تعین ضروری ہوگا۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں اس لئے کہ مطالع مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی دو ملکوں کا مطلع ایک ہوتا ہے لیکن کبھی مختلف ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج کل کے ملکوں کے حدود سیاسی حدود ہیں۔ شرعی نہیں اس لئے دو ملک ایک ہی مطلع میں آسکتے ہیں۔

مثلاً آپ جلال آباد اور پشاور کو لے لیجئے، اب اگر جلال آباد میں چاند دیکھا جائے اور وہاں کا قاضی رؤیت ہلال کی شہادت پر فیصلہ کرے تو کیا وہ پشاور والوں پر اسی

رؤیت کے ساتھ روزہ لازم ہوگا یا نہیں جبکہ دونوں ملکوں کے حکمران اور قضاۃ مختلف اور مطلع ایک ہے؟ لازمی بات ہے کہ پشاور والے جلال آباد کے قاضی کے حکم سے روزہ نہیں رکھیں گے۔ حالانکہ مطلع ایک ہی ہے۔

اسی طرح اگر اختلاف مطالع کو معتبر مانے تو پھر ایک ہی ملک میں مختلف مطالع ممکن ہیں اور پھر مطلع کے لئے الگ الگ رؤیت اور الگ الگ اعلان کرنا لازم آئے گا جو وحدت اور یکسانیت کے لئے خطرہ ہے اور اس سے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کی مرکزیت بھی ختم ہو جائے گی۔ اسلئے کہ اس میں آسانی ہے کہ اختلاف مطالع کو غیر معتبر مان کر ان مشاکل اور تکالیف سے خلاصی حاصل کی جائے۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ ان دلائل کے پیش نظر جمہور فقہاء کرام اور محدثین عظام اختلاف مطالع کو اعتبار نہیں دیتے بلکہ ایک مقام کی رؤیت دوسرے مقامات چاہے (قریب ہوں یا بعید) کے لئے معتبر اور حجت مانتے ہیں اسی میں مسلمانوں کی اجتماعی شکل وصورت سامنے آئے گی جس کا اسلام داعی ہے۔

اختلاف مطالع کو اعتبار دینے والوں کے دلائل: گذشتہ صفحات میں جمہور علماء و فقہا کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اب باقی دو نظریوں

(الف) جو ہر شہر کے لئے اپنی اپنی رؤیت ضروری سمجھتے ہیں

(ب) جو بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانتے ہیں کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں

(ا) ان حضرات کا سب سے بڑا مستدل حضرت کریبؒ کی روایت ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریبؒ کی شہادت کو رد فرما کر اس پر عمل نہ کرنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام

قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل عليّ رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى اخر الشهر فسالنى عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم و راه الناس و صامو او صام معاوية فقال لكنا رايناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت اولا تكتفى برؤية معاوية و صيامه فقال لا هكذا امر نار رسول الله ﷺ

(الصحيح المسلم ١/٣٤٨،باب بيان لكل بلد رؤيتهم)

حضرت کریبؓ سے روایت ہے کہ ام الفضلؓ بنت الحارث نے انہیں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا۔ حضرت کریبؓ فرماتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور ان کا کام کرلیا ابھی میں وہی تھا کہ رمضان کا چاند رونما ہوا میں نے خود جمعہ کی شب چاند دیکھا۔ پھر رمضان کے آخر میں میں مدینہ طیبہ آیا تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے چاند کا ذکر کیا اور کہا کہ تم نے رمضان کا چاند کب دیکھا؟ تو میں نے کہا کہ ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے خود بھی جمعہ کی شب کو دیکھا؟ تو میں نے کہا ہاں (میرے علاوہ) اور بھی بہت سے لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا۔ حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا مگر ہم نے تو چاند ہفتہ کی شب میں دیکھا ہے اس لئے ہم لوگ اس وقت تک روزے رکھیں گے جب تک تیس روزے پورے نہ ہو جائیں یا ہم چاند دیکھ لیں تو میں نے کہا کہ کیا آپؓ حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کو اپنے لیے کافی (دلیل) نہیں سمجھتے۔ انہوں نے فرمایا نہیں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

علامہ قاضی شوکانیؒ اس روٴیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" وحجة اهل هذه الاقوال حديث كريبؒ هذا وجه الاحتجاج به أنّ ابن عباس لم يعمل برؤية اهل الشام وقال فی آخر الحديث هكذا امرنا رسول الله ﷺ فدل ذلک علی أنه قد حفظ من رسول الله ﷺ انه لا يلزم اهل بلد العمل برؤية اهل بلد آخر".

(نيل الاوطار ۴/۲۰۶، باب الهلال اذا راده اهل بلدة هل يلزم بقية البلاد الصوم)

ان اقوال کے قائلین کی حجت حدیث کریبؒ ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ عبداللہ عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کیا اور آخر میں فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے (یہ جملہ) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیشک انہوں نے رسول کریم ﷺ سے اس بات کو حفظ کیا ہے کہ ایک شہر کے لئے دوسرے شہر کی رؤیت پر عمل کرنا لازم نہیں ۔اور یہی ظاہر حدیث سے پتہ چلتا ہے۔

الجواب: مگر ظاہر عبارت سے ذرا ہٹ کر اگر غور کیا جائے اور اس روایت کو نظر عمیق سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں، اس لئے کہ یہ حدیث کئی وجوہ سے مؤوّل ہے۔

(ا) چنانچہ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"واعلم انّ الحجة انما هی فی المرفوع من رواية ابن عباس لافی اجتهاده الذی فهم عنه الناس والمشار اليه بقول هكذا امر نارسول الله ﷺ هو قوله فلا نزال نصوم حتی نكمل ثلاثين والأمر الكائن من رسول الله ﷺ هو مااخرجه الشيخان و غيرهمابلفظ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطرواحتی تروه فان غم عليكم فاكملوا عدة ثلاثين، وهذا لا يختص بأهل ناحية علی جهة الانفراد بل وهو خطاب لكل من يصلح له

من المسلمين، فالا استدلال به على لزوم روية اهل بلد لغيرهم من اهل البلاد أظهر من الاستدلال به على عدم اللزوم لأنه اذارا ہ هل بلد فقدراه المسلمون فيلزم غيرهم مالزمهم"

(نيل الاوطار ۴/۲۰۶ باب الهلال اذا اره اهل بلده هل يلزم بقية البلاد الصوم)

"جان لو بیشک حجت عبداللہ بن عباسؓ مرفوع کی روایت میں ہے ان کے اجتہاد سے نہیں جیسے لوگوں نے اسے سمجھا ہے۔اس لئے کہ ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ کا مشارالیہ حدیث پاک یہ جملہ کہ فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین ہے۔جو بخاری، مسلم، اور دوسری کتب حدیث میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ تم روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھو اور افطار نہ کرو، یہاں تک کہ چاند دیکھو اگر چاند تم پر مخفی ہو جائے تو پھر تیس کی تعداد پورا کرو، اور یہ کسی علاقے کے ساتھ انفراداً خاص نہیں بلکہ یہ خطاب مسلمانوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو، پس اس حدیث سے استدلال ایک شہر کی رؤیت کا دوسرے شہر کے لئے حجت نہ ہونے کے بجائے ایک شہر کی رؤیت دوسرے بلاد کے لئے حجت ہونے میں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ جب ایک شہر والے چاند کی رؤیت کرلیں تو گویا کہ تمام مسلمانوں نے چاند دیکھا تو دیکھنے والے کے علاوہ پر بھی وہی حکم لازم ہوگا جو ان کے دیکھنے والوں پر لازم ہوا ہے۔

اور اگر بالفرض اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے کہ (ھکذا امرنا) کا اشارہ عبداللہ بن عباسؓ کے کلام میں اس طرح ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازم نہیں۔

تو اس احتمال کے بارے میں علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں "لو سلم توجه الاشارة فی کلام ابن عباسؓ الی عدم لزوم رؤية اهل بلد لاهل بلد آخر لكان عدم اللزوم مقيدا بدليل العقل وهو ان يكون بين القطرين (البلدتين)

من البعد ما يجوز معه اختلاف المطالع و عدم عمل ا بن عباسؓ برؤية اهل الشام مع عدم البعد الذی يمکن معه الاختلاف فی عمل بالاجتهادو ليس بحجة" (نيل الاوطار: ۴/ ۲۰۴، باب الهلال اذ اراه اهل بلدة هل يلزم بقية البلاد الصوم)

"اگر عبداللہ بن عباسؓ کے کلام میں اشارہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے لئے عدم لزوم کی طرف تسلیم کیا جائے تو اس میں عدم لزوم کو دلیل عقل کے ساتھ مقید کرنا لازم آئے گا اور وہ یہ کہ دوشہروں میں اتنا بعد ہو کہ وہاں تک اختلاف مطالع متحقق ہو، جب کہ عبد اللہ بن عباسؓ کا اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کرنا باوجود اس کے وہاں تک اتنا بعد بھی نہیں جو اختلاف مطالع تک پہنچ سکے تو یہ حجت نہیں۔"

اگر چہ ذہن میں یہ بات آئے گی کہ یہ توجیہ ان حضرات کیلئے کافی ہے جو اختلاف مطالع کے اعتبار کو بلاد بعید میں مانتے ہیں۔قریب میں نہیں مانتے ،لیکن جو حضرات ہر شہر کیلئے اپنی اپنی رؤیت کے قائل ہیں تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں عدم لزوم رؤیت مقید بالعقل نہیں ہر ایک شہر والوں کیلئے اپنی رؤیت کافی ہے دوسرے کی رؤیت پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں، چاہیے شہروں میں بعد پایا جاتا ہو یا نہ اور یہی عبداللہ بن عباسؓ کے قول هكذا امرنا رسول الخ کا مطلب ہے۔لیکن علامہ شوکانیؒ اس توجیہ کے بارے میں بھی فرماتے ہیں:

" ولو سلم عدم لزوم التقيد بالعقل فلايشک عالم ان الادلة قاضية بان اهل الاقطار يعمل بعضهم بخبر بعض و شهادته فی جميع الاحكام الشرعية والرؤية من جملتها و سواء كان بين القطرين من البعد مايجوز معه اختلاف المطالع ام لا فلا يقبل التخصيص الا بدليل ...... لم يأت ابن عباس بلفظ النبی ﷺ ولا بمعنى لفظه حتى ننظر فی عمومه و خصوصه انما جاء نا بصيغة مجملة أشاربها الى قصة هی عدم عمل اهل

المدينة برؤية اهل الشام على تسليم ان ذالک المر ادو لم نفهم منه زيادة على ذلک حتى نجعله مخصصالذلک العموم

(نيل الاوطار: ۲۰۶/۴ باب الهلال اذا راه اهل بلدة هل يلزم بقية البلاد الصوم)

''اگر عدم لزوم تقید بالعقل کو تسلیم کیا جائے تو کسی سمجھدار کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ ادلة شـــــرعية اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دنیا والے ایک دوسرے کی اطلاعات اور شہادت پر تمام احکام شرعیہ میں عمل کرتے ہیں اور رؤیت کا مسئلہ بھی ان ہی احکامات میں سے ایک ہے، چاہے دونوں شہروں میں مسافت دور کی ہو جس میں اختلاف مطالع ممکن ہو یا نہ ہو، پس کسی چیز کی تخصیص علاوہ دلیل کے قبول نہ کی جائے گی...... جبکہ عبداللہ بن عباسؓ نے تقید کیلئے نہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ پیش کیے ہیں اور نہ معنی اور مفہوم ذکر کیا تا کہ ہم اس کے عموم اور خصوص پر نظر رکھیں، بلکہ آپؓ نے ایک مجمل صیغہ ذکر کیا جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اہل مدینہ نے اہل شام کی رؤیت کو تسلیم نہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا اس کے علاوہ کچھ ہمارے ذہن میں نہیں آتا جس سے ہم اس عموم کی تخصیص کریں۔

علامہ شوکانیؒ کا قول اگر چہ وزنی ہے مگر ان لوگوں کے لئے ہے جو قول صحابی کو حجت نہیں مانتے البتہ احناف چونکہ صحابہ کے اقوال کو حجت مانتے ہیں اس لئے ان کے ہاں اس روایت کا جواب یہ نہیں بلکہ آئندہ آنے والے جوابات ہیں۔

(۲) چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

" وهو المنطبق على قواعدنا و منها ان قول الصحابى حجة عندنا ان واقعة حال ولم ينكشف اجماله فلم يعلم ان ابن عباس بأى وجه ترک فيحتمل ان عدم قبوله شهادة كريبؓ و نقله لروية معاوية لعدم تحقق شرائط القبول المفصلة فى الفروع فانه اذالم يكن غيم لا يقبل قول واحد مثلا فلا يمكن

الاستدلال به. (اعلاء السنن ۱۲۰/۹ ، باب الصوم با ب تعلیق الصوم برؤیة الهلال)

''اگر چہ یہ روایت ہمارے قواعد پر منطبق ہے اسلئے کہ صحابی کا قول ہمارے ہاں حجت ہے، مگر واقعہ حال اجمال کو منکشف نہیں کرتا اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عبداللہ بن عباسؓ نے کیوں اس شہادت کو چھوڑ دیا، پس اس میں یہ ممکن ہے کہ آپؓ نے حضرت کریبؒ کی شہادت اور حضرت معاویہؓ کی رؤیت کو اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ کریبؒ شہادت میں قبولیت شہادت کے شرائط متحقق نہ تھیں، اس لئے کہ جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو ایک شخص کی گواہی قبول نہ ہوگی پس اس احتمال کی بناء پر حدیث ہذا سے استدلال ممکن نہیں۔

اور یہ بات متحقق ہے کہ جب آسمان کا مطلع صاف ہو آسمان پر کوئی گردو غبار نہ ہو تو رؤیت ہلال کی گواہی کے لئے جم غفیر کا ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک یا دو اشخاص کے دیکھنے سے رؤیت ثابت نہ ہوگی چونکہ یہاں پر بھی حضرت کریبؒ فرد واحد تھے اور ممکن ہے کہ مدینہ منورہ کا مطلع اس وقت صاف تھا اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسکی شہادت قبول نہ فرمائی۔

(۳) حضرت العلامہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کا جواب نقل کر کے علامہ عثمانی فرماتے ہیں: ''اجاب شيخنا المحمود عن حديث كريبؒ! بان غرض ابن عباسؓ ليس رد شهادة كريب مطلقاً فی حق ثبوت الصيام بها بل المقصود نفی الاكتفاء بها فی حق الفطر كما يظهر من قوله فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اونراه''

(فتح الملہم ۱۱۴/۳ کتاب الصوم باب بیان لکل بلد رئویتهم)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اس باب میں مطلقاً حضرت کریبؒ کی شہادت کو رد کرنا مقصود نہیں کہ اس سے روزے کو وجوب ثابت نہ ہوگا بلکہ آپؓ کا مقصد اس سے یہ تھا

کہ ایک آدمی کی شہادت سے افطار کا ثبوت نہیں ہوتا اور یہ بات آپ کے قول فلا نزال

نصوم حتی نکمل ثلاثین او نراہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے اس جواب پر بادی النظر سے بھی غور کیا جائے تو یہ جواب کئی وجوہ سے

واضح نظر آئیگا۔

(۱) یہ شہادت افطار کیلئے تھی اور افطار کیلئے مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بھی کم

از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے ایک گواہ کی گواہی سے افطار صحیح نہیں ہے۔

(۲) اگر لوگوں نے ایک گواہ کی گواہی پر روزہ رکھا ہو تو تیس دن پورے ہونے پر اس

وقت تک افطار نہ کریں جب تک چاند نہ دیکھیں، اس لئے یہ شہادت رمضان کے ثبوت کے

لئے حجت ہوسکتی ہے لیکن افطار کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں۔

"الاتری انہ لو شھد وحدہ مقصوداً لاتقبل بخلاف ما اذا صاموا بشھادۃ

شاھدین لأن لھما شھادۃ علی الصوم والفطر جمیعاً"

(بدائع الضائع، ج ۲/ ۸۲ کتاب الصوم فصل شراطھا)

کیا تمہیں علم نہیں کہ اگر کوئی ایک گواہ فطر کی گواہی دے تو اسکی گواہی کو قبول نہیں

کیا جائے گا، بخلاف دو گواہوں کے جب وہ ثبوت رمضان کے لئے گواہی دیں، اس لئے

کہ یہ دونوں گواہ عید و رمضان کے لئے کافی ہیں۔

یعنی اگر ان دو گواہوں کی شہادت سے رمضان کا ثبوت ہو گیا ہو تو تیس دن مکمل کرنے کے

بعد بغیر رؤیت ہلال کے عید منانا جائز ہے۔ البتہ اگر آسمان ابر آلود ہو تو علامہ ابن الھمامؒ کی

ذکر کردہ تصریح کے مطابق اس صورت میں بالاتفاق عید منانا جائز ہے

(فتح الملھم ۳/ ۱۱۴، باب بیان لکل بلد رؤیتھم)

(۴) علامہ ابن ہمامؒ کا جواب: فرماتے ہیں اگر ہٰذا کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہو جو

حضرت عبداللہ عباسؓ اور حضرت کریبؓ کے مابین پیش آیا تھا تو "لا دليل فيه لانه مثل ما وقع من كلامه لو وقع لنالم نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم" (فتح القدير ٢/٢٤٣ كتاب الصوم فصل في رؤية الهلال)

اس واقعہ میں کوئی دلیل نہیں اسلئے کہ جو واقعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے پیش آیا ہے اگر ہمارے سامنے پیش آئے تو ہم اسکے مطابق حکم صادر نہیں کرینگے اسلئے کہ حضرت کریبؓ نے نہ غیر کی شہادۃ پر گواہی دی ہے اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی ہے۔

(۵) اور علامہ ابن نجیمؒ حدیث مذکور کے جواب میں فرماتے ہیں:

"فلا دليل فيه لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم ولئن سلم فلانه لم يأت بلفظ الشهادة ولئن سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي".

(البحر الرائق: ٢/٢٧٠ كتاب الصوم قبل باب يفسد الصوم)

اس واقعہ میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ حضرت کریبؓ نے نہ غیر کی گواہی پر گواہی دی اور نہ حاکم کے حکم پر گواہی دی ہے اور اگر اسے تسلیم بھی کرلیا جائے تو انہوں نے گواہی لفظ شہادۃ کے ساتھ نہیں دی اور اگر اس کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو وہ گواہی دینے میں اکیلے تھے جس کی شہادت سے قاضی پر قضاء کرنا واجب نہیں ہوتا۔

علامہ ابن ہمامؒ اور علامہ ابن نجیمؒ دونوں محققین فقہائے کرام نے اس روایت کا تین وجوہ سے جواب دیا جو عبارت سے وضاحت کیساتھ معلوم ہوتا ہے۔

(۶) اس میں ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اگر چہ اختلاف مطالع معتبر نہیں تھا اور شام کی رؤیت مدینہ منورہ کے لئے کافی ہوسکتی تھی لیکن چونکہ خبر دینے والے صرف حضرت کریبؓ تھے اور نصاب شہادت موجود نہ تھا اس لئے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسے قبول نہ کیا۔

(درس ترمذی ۳/۵۳۴، باب ما جاء لکل اھل بلد رؤیتھم)

اس جواب پر یہ اشکال کیا جاسکتا ہے کہ رمضان کے مہینے کے ثبوت کے لئے ایک گواہ کی گواہی کافی ہوتی ہے تو عبداللہ بن عباسؓ کو حضرت کریبؒ کی شہادت پر عمل کرنا چاہیے تھا اگر چہ وہ گواہی میں اکیلے تھے۔مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اگر چہ بظاہر میں معاملہ رمضان کے چاند کی رؤیت کے بارے میں تھا لیکن چونکہ گفتگو مہینہ کے آخر میں ہو رہی تھی اس لئے اس سے عید کا مسئلہ متعلق ہو گیا تھا اور عید کے مسئلہ میں ایک شخص کی خبر یا شہادت کافی نہیں ہوتی اور یہاں چاند کی رؤیت کی خبر دینے والے صرف حضرت کریبؒ تھے۔تو عید کے تعلق کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آپؒ کی گواہی قبول نہیں کی۔

(۷) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا جواب: جب آپؒ سے حدیث کریبؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قائلین باعتبار اختلاف مطالع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حدیث اس کی متحمل ضرور ہے لیکن نافیین اعتبار اختلاف مطالع اس کا وہ جواب دے سکتے ہیں جو امام نوویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں بعض شافعیہ سے نقل کیا ہے۔

وقال بعض اصحابنا تعم ابن عباس بخبر کریبؒ لانه شهادة فلا یثبت بواحد اور حدیث اس کو بھی متحمل ہے تو **فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** اسی طرح **هکذا امرنا رسول الله** ﷺ میں دونوں احتمال ہیں۔

(امداد الفتاوی ۲/۱۰۹ کتاب الصوم والاعتکاف)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس مشہور قاعدہ سے رد فرمایا کہ جب کوئی نص کئی احتمالات کا متحمل ہو اور وہ احتمالات باہمی متعارض ہوں تو اس سے استدلال باطل ہو

جاتا ہے۔ چونکہ یہاں بھی دونوں جگہ (شہادۃ کریبؓ کورد کرنا اور ھکذا امرنا رسول اللہ ﷺ) دو دو احتمالات ہیں اس لئے یہ بھی نا قابل استدلال ہے۔

(۸) شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے امام ابو جعفر الطحاویؒ کا ایک جواب نقل کیا ہے کہ "و اجاب الطحاوی فی مشکله عن حدیث کریب بانه کان قدفات وقت استعمال الصیام بتلک الرؤیة."

(اوجز المسالک ۳/۷، ما جاء فی رؤیة الهلال للصیام و افطر فی رمضان)

امام بابو جعفر طحاویؒ نے مشکل الآثار میں حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ اس رؤیت سے روزے کے نفاذ کا وقت ختم ہو چکا تھا، اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت کریبؓ کی شہادت کو قبول نہ کیا۔

(۹) علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ مذکورہ حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

" قلت و یمکن ان یقال ان ابن عباسؓ لم یقبل هذه الشهادة لا نهافات حملها فاذا قبل هذه الشهادة کانه یقبل علی الافطار و لا یقبل شهادة الواحد علی الفطر." (بذل المجہود ۳/۱۳۴)

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ بیشک عبداللہ بن عباسؓ نے اس شہادت کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ اس کا محل ختم ہو چکا تھا اور اگر اس شہادۃ کو قبول فرماتے تو یہ ایسا ہوتا کہ گویا آپؓ نے افطار کرنے پر اس گواہی کو قبول کر لیا ہے جبکہ ایک شخص کی گواہی افطار (عید) کے لئے نا قابل قبول ہے۔

تو ان جوابات سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ اس روایت سے استدلال کر کے اختلاف مطالع کے اعتبار کو ثابت کرنا بعید از انصاف ہے۔

<u>دوسرا استدلال:</u> اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کے قائلین کہتے ہیں کہ اگر اختلاف

مطالع کو اعتبار نہ ہوتا تو پھر خلیفہ وقت حضرت عمر بن خطابؓ اور دوسرے خلفاء کیوں رمضان وعید کی خبر دوسرے علاقوں کو نہیں دیتے تھے، تو ان کا ایسا کرنا اختلاف مطالع کو اعتبار دینے کی وجہ سے تھا اور نہ ان کا تو دین سے شدید لگاؤ تھا۔

الجواب: اس دلیل کا جواب مفتی مصر شیخ احمد عبد العال نے ان الفاظ میں دیا ہے ک اس سلسلے میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جہاں تک قریبی علاقوں کا تعلق ہے وہاں اطلاع لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خبر ویسے ہی پہنچ جاتی تھی اور جہاں تک دور کے علاقوں کا تعلق ہے وہاں مواصلات کی شکلوں اور خطوط کے بروقت پہنچنے کے امکانات کم ہونے کی وجہ سے لکھنا ویسے ہی بے معنی تھا اور شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جب تک رؤیت کا علم صحیح اور قابل وثوق ذریعے سے نہ ہو تو دوسرے شہروں کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوتا۔ (ماہنامہ فکر ونظر نومبر ۱۹۷۴ء شمارہ ۵) لہٰذا اس سے بھی استدلال کرنا صحیح نہیں۔

(۳) تیسرا استدلال علامہ ابن رشد اندلسیؒ کے فرمان سے کیا جاتا ہے: چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں: " **اجمعوا علی انه لا یراعی ذلک فی البلدان النائیة کالاندلس والحجاز** " (بدایة المجتهد ۱/۲۷۸، کتاب الصیام)

اس پر تمام علماء متفق ہیں کہ دور دراز مسافت پر واقع شہروں میں جیسے کہ حجاز اور اندلس ہیں ایک جگہ کا حکم رؤیت دوسری جگہ پر نہیں لگایا جائے گا۔

(۴) چوتھا استدلال حافظ ابن عبد البرؒ کے قول سے کیا جاتا ہے: " **اجمعوا علی انه لا یراعی الرویة فیما بعد من البلدان کخراسان و اندلس** "

(فتح الباری ۴/۱۰۵ واو جز المسالک ۳/۶، ماجاء فی رؤیة الهلال للصیام الفطر فی رمضان)

اس پر سب کا اجماع ہے کہ جن شہروں میں اتنی دوری ہو جیسے خراسان اور اندلس تو وہاں ایک شہر کی رؤیت کی دوسرے شہر میں رعایت (قبول) نہ کی جائے گی۔

تو ان دونوں محققین ائمہ کی ان عبارات سے اختلاف مطالع کو اعتبار دینے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

الجواب: مگر ان ائمہ کرام کے اس دعویٰ میں دو احتمالات ہیں:

(۱) اگر اجماع سے تمام امت کا اجماع مراد ہے تو اس کو علامہ شوکانیؒ نے چیلنج کیا ہے اور کہا ہے کہ اجماع کی حکایت غلط ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام امت کا اختلاف مطالع کے اعتبار سے اجماع کا دعویٰ کرنا حق سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ ماقبل صفحات میں معلوم ہوا ہے۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر اس اجماع سے مذہب مالکیۃ کے ائمہ اور فقہاء کا اجماع مراد ہے، جیسا کہ علامہ ابن رشیدؒ کے کلام کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے اور اسی کو علامہ عثمانیؒ نے فتح الملهم ۱۱۳/۳ بيان لكل بلد رؤيتهم میں اور علامہ محمد برهان الدین سنبھلی نے رؤیت ہلال کا مسئلہ عصر حاضر کے وسائل اور ترقیات کی روشنی کے ص ۱۳۰ پر ترجیح دی ہے۔ مگر یہ احتمال بھی بعید از تسلیم ہے اس لئے کہ ماقبل صفحات میں مذہب مالکی کا مفتی بہ قول جو علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد المالکیؒ کی کتاب شرح صغیر: ۶۸۴/۱، اور خود حافظ ابن عبدالبر القرطبیؒ کی کتاب الکافی: ۲۹۱/۱ اور حافظ ابن حجرؒ کی شہر آفاق کتاب فتح الباری ۹۸/۴ باب قول النبی ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا اور دور حاضر کے محقق شیخ وھبہ الزحیلی کی الفقه الاسلامی و ادلته ۶۰۶/۲ كتاب الصوم المطلب الثالث اختلاف المطالع کے حوالہ سے ذکر ہوا کہ مالکیۃ کے ہاں مفتی بہ رائے اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی ہے، تو یہ ترجیح اس دعویٰ اجماع کی تردید کرتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ مالکیۃ کا اجماع اختلاف مطالع کے عدم اعتبار پر ہے تو مناسب ہوگا۔

لہٰذا علامہ ابن رشد قرطبیؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کے اس دعویٰ اجماع کو مستدل بنا

کر پیش کرنا مناسب نہیں۔

(۵) پانچواں استدلال علامہ ابوبکر الکاسائیؒ کی اس تفصیل سے دلیل پکڑتے ہیں جوانہوں نے لکھا ہے۔ کہ اگر کسی ایک شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے ۲۹ روزے رکھے لہٰذا اگر پہلے شہر میں یقینی ذریعہ سے رؤیت متحقق ہو جانے کی بناء پر روزے رکھے گئے ہوں تب تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک روزہ قضاء ضرور رکھنا چاہیے۔ اسلئے کہ ان لوگوں نے رمضان میں (پہلے دن کا) ایک روزہ نہیں رکھا، کیوں کہ رمضان کی آمد ہو چکی تھی پہلے شہر میں رؤیت ہو جانے کی بنا پر تو دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آنے سے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا اس لئے کہ کسی جگہ عدم رؤیت سے چاند کے وجود کی نفی نہیں ہوتی لیکن یہ اس وقت:

"اذا کان المسافة بین البلدتین قریبة لا تخلف فیها المطالع فاما اذا کانت بعیدة فلا یلزم احد البلدتین حکم الاخر لان مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تخلف فیعتبر فی اهل کل بلدٍ مطالع بلادهم دون الاخر" **(بدائع الصنائع ۸۲/۲، کتاب الصوم فصل شرائطها)**

ترجمہ: جب دونوں شہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو بلکہ دونوں شہر اتنے قریب ہوں کہ ان مطلع مختلف نہ ہوتا ہو اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو یہاں کا حکم وہاں نافذ ہونا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطالع بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ اس مقام کے مطلع کا اعتبار ہوگا، دوسری جگہ کا نہیں۔

الجواب:۔ اگرچہ ظاہری طور پر تو واقعی علامہ صاحبؒ کی عبارت اختلاف مطالع کے اعتبار دینے کی تائید کرتی ہے مگر غور وفکر کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے آپؒ نے اختلاف مطالع کو اعتبار دینے یا نہ دینے کی کوئی بات نہیں کی۔

چنانچہ محقق العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں: ''بدائع کی پوری عبارت پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا بیان مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اگر دو شہر آپس میں اتنے قریب ہوں کہ ان میں اختلاف مطالع کا کوئی امکان نہ ہو تو یہ دونوں ایک ہی شہر کے حکم میں ہوں گے، یعنی ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت ملزمہ ہوگی۔ وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ایک شہر میں ثبوت رؤیت کی خبر اس کے تمام حصوں پر بلکہ شہر کے مضافات پر بھی حجت ملزمہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر دو شہروں کا مطلع مختلف ہے تو اگرچہ یہ اختلاف مطالع عند الاحناف ظاہر الروایۃ پر معتبر نہیں مگر ایک شہر میں ثبوت کی خبر دوسرے شہر والوں پر حجت نہ ہوگی بلکہ ان کے لئے مستقل حجت (شهادة على الشهادة يا شهادة على القضاء يا استفاضة) ضروری ہے غرض یہ کہ بدائع کی عبارت سے تو بلدان نائیۃ (بعید) میں صرف اختلاف مطالع کا تحقق ثابت ہوا جو بدیہی اور مشاہد و مسلم ہے کوئی عامی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا، کلام تو اس میں ہے کہ یہ اختلاف مطالع جو مشاہد و مسلم ہے ثبوت رمضان میں شرعاً بھی ہے یا نہیں؟ بدائع کی عبارت سے یہ مفہوم بالکل واضح ہے، علاوہ ازیں صاحب بدائع کا بلدان قریبۃ میں شہادۃ علی الشہادۃ وغیرہ کی شرط نہ لگانا نیز اعتبار مطالع میں اختلاف مشہور اور ظاہر الرویۃ میں عدم اعتبار مزبور ہونے کے باوجود اس سے مکمل سکوت اختیار کرنا اور ابو عبداللہ بن ابی موسیٰ الضریر کے فتویٰ سے استشہاد بین (واضح) دلیل ہے کہ یہاں ہلال رمضان میں اختلاف مطالع کے اعتبار یا عدم اعتبار کا مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ۴/۴۶۹، کتاب الصوم)

(۶) چھٹی دلیل مولانا عبدالحیؒ کا فتویٰ جو مجموعۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے۔ محققین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور جن میں اس سے کم فاصلہ ہو تو ان میں اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ اردو ا/۳۵۳، کتاب الصوم فصل فی رؤیۃ الہلال)

الجواب: علامہ عبدالحیؒ لکھنویؒ کے اصل فارسی فتاویٰ میں اس بارے میں مختلف فتاویٰ منقول ہیں۔ اول اور دوم جلد میں واقعتا ایسے فتاوی ذکر ہیں، لیکن جلد سوم میں اس کے خلاف فتویٰ موجود ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نیست و حکم یکجا مفید حکم بجائے دیگر میشود اگر خبر رؤیت هلال مشتهر شود او انتشار پزیر در (مجموعة الفتاوی ۳/۷۰، باب رئویة الهلال کتاب الصوم).

کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ مفید ہے اگر رؤیت کی خبر مشہور ہو جائے۔

علامہ صاحب کا یہ فتویٰ ان فتویٰ سے مختلف ہے۔ گویا ممکن ہے کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر کے اس رائے کو اختیار کیا ہو اور اس کی وجہ مفتی رشید احمد مدظلہ نے یہ بیان کی ہے کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ متعدد جگہ آیا ہے جو مختلف تاریخوں میں لکھا گیا ہے۔ جلد اول/ ۷۷ مورخہ ربیع الاول ۱۲۸۸ء اور صفحہ ۳۷۸ مورخہ شوال ۱۲۹۷ء جلد دوم اس کے بعد تو ظاہری بات ہے کہ جلد سوم بھی ان دونوں جلدوں کے بعد مرتب ہوئی ہے لہٰذا یہ آپکا آخری فتویٰ ہے۔ جو آپ کے اول فتاویٰ سے رجوع ثابت کرتا ہے۔

(۷) ساتویں دلیل حضرت مفتی اعظم محمد شفیعؒ اور علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے فتویٰ اور اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر ان حضرات نے بھی آخر میں رجوع فرمایا تھا۔ چنانچہ مفتی رشید احمد صاحبؒ اس بارے میں فرماتے ہیں: مندرجہ بالا تحریر کے بعد ۱۳/ شوال ۱۳۸۶ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور بندہ کے اتفاق رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر پورے ملک میں تنقید حکم کی چند تجاویز حکومت کی بھیجی گئی تھیں الخ (احسن الفتاویٰ ۴/۴۸۴، کتاب الصوم)

(۸) آٹھویں دلیل: ان دلائل کے علاوہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینے والے حضرات

ایک قیاسی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ نماز ایک حکم شرعی ہے اور اس کا تعلق اوقات سے ہے اور ہر ملک وشہر کے لئے اپنا الگ الگ وقت ہے تو اسی طرح رمضان کا تعلق بھی رؤیت سے اور ہر ایک شہر والوں کے لئے اپنی الگ الگ رؤیت ہونی چاہیے۔

الجواب: اس قیاسی دلیل کے بارے میں (۱) علامہ محمد ابوالحسن صاحب تنظیم الاشتات میں فرماتے ہیں۔ ''کہ اوقات صلوۃ پر قیاس کرنا قیاس مع الفاروق ہے کیونکہ رؤیت ہلال میں تو تقدیم وتاخیر ہوسکتی ہے۔ بخلاف اوقات صلوۃ۔

(تنظیم الاشتات شرح مشکوۃ ۱۔۴۱ کتاب الصوم باب رؤیۃ الہلال)

(۲) اور علامہ ابن ہمامؒ اس قیاسی دلیل کے جواب میں لکھتے ہیں" **وجـــه الاول عـمـوم الـخـطـاب فی قوله صوموا معلقاً بمطلق الرؤية فی قوله لرؤية قوم يـصـدق اسم الرؤية فيثبت ما تعلق به عموم الحكم فيعم الوجوب بخلاف الـزوال والـغـروب فـانـه لـم يثبت تعلق عموم الوجوب بمطلق مسماه فی خطاب الشارع** (فتح القدير: ۲۴۲/۲ كتاب الصوم فصل فی رؤية الهلال)

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قول صـومـوا میں خطاب عمومی ہے جو مطلق رؤیت سے متعلق ہے تو ایک قوم کی رؤیت پر نفس رؤیت کا اسم صادق آئے گا۔ پس اس سے عمومی حکم ثابت ہو جائے گا جس کی وجہ سے وجوب میں بھی عموم ہوگا۔ بخلاف زوال وغروب کے کہ نفس نام سے عموم وجوب کا تعلق شارع کے کلام سے ثابت نہیں ہے۔

فصل چہارم

بعض دعاوٰں کا ازالہ: بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ گویا اب تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ کسی جگہ کی رؤیت اس مقام سے دور دراز علاقے والوں کے لئے موجب حکم نہیں ہوگی۔

الجواب: ماقبل مذاہب کی تفصیلی بحث سے معلوم ہوگیا کہ تمام مذاہب فقہ کس بات پر متفق ہیں، تین مذاہب کے مفتی بہ اوران کے ہاں راجح مذہب اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہے اور جو اقوال ان مذاہب کے بعض علماء نے لکھے بھی ہیں تو وہ خلاف مذہب ہونے کی وجہ سے باقاعدہ اصول افتاء میں ناقابل ترجیح ہیں پھر اسکو مذہب قرار دینا ایک نامناسب عمل ہے اور جہاں تک فقہ شافعیہ کے قول کا تعلق ہے تو اس سے بعض علماء شافعیہ نے بھی اختلاف کیا ہے

مذہب غیر پر فتویٰ: جہاں تک غیر مذہب پر فتویٰ دینے کا تعلق ہے تو یہ بھی اس وقت جائز ہے جب اشد ضرورت ہو اور یہاں کوئی ایسی ضرورت نہیں جسکی وجہ سے ظاہر الروایۃ کو چھوڑ کر فقہ شافعیہ کے مفتی بہ رائے پر عمل کیا جائے بلکہ بنسبت اسکے اختلاف مطالع کو عدم اعتبار دینے میں زیادہ آسانی ہے اور یہی مسلمانوں کی اجتماعیت کا ذریعہ ہے، جس کی وجہ سے امت مسلمہ افتراق واختلاف سے نکل کر اپنی ایک اجتماعی زندگی گزار سکتی ہے اور باہمی ربط و تعلق پیدا کر سکتی ہے۔

☆ ایک عالم دین نے لکھا ہے کہ رؤیت کے احکام میں اختلاف مطالع کا یقینی طور پر لحاظ کیا جائے گا عدم اعتبار کے لئے شریعت میں کوئی بنیاد نہیں بلکہ عدم اعتبار کی یہ رائے محض ایک خطا فاحش ہے؟ دلیل میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک تسلیم شدہ طبعی حقیقت ہے کہ پوری روئے

زمین پر ہر جگہ ایک ہی دن رؤیت ممکن نہیں بلکہ اول ماہ میں کسی معین دن کرہ ارض کے صرف نصف یا اس سے کم حصہ ہی میں ہلال قابل رؤیت ہوسکتا ہے کیونکہ ایک دن جس پر نصف الارض پر ہلال طلوع ہوگا اس روز دوسرے نصف میں عدم رؤیت یقینی ہوگی؟

(رؤیت ہلال، اختلاف مطالع اور فلکی حساب)

الجواب: اس دعویٰ کا جواب یہ ہے کہ یہ بات بالکل مسلم ہے کہ کرہ ارضی پر بعض جگہ چاند دکھائی دے گا اور بعض میں نہیں اور یہ ناممکن ہے کہ تمام کرہ ارض پر بیک وقت ہر جگہ چاند دکھائی دے اس کا تعلق اختلاف مطالع سے ہے۔ جو مسلمہ حقیقت ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں مگر اس حقیقت کے باوجود مذاہب ثلاثہ نے متفقہ طور پر اس کو اعتبار نہیں دیا۔ اس لئے کہ چاند کی رؤیت جس خطے میں ہو جائے تو دوسرے خطے میں اس کی تولید ہو چکی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک جگہ چاند کی تولید نہ ہو اور دوسری جگہ دکھائی دے۔ لہٰذا اگرچہ دوسرے خطے میں چاند کی حقیقی شکل دکھائی نہ دے تو امکان رؤیت کی وجہ سے دوسرے مقام کی خبر یہاں کے لئے رؤیت حکمی بننا بعید از عقل نہیں لہٰذا یہاں رؤیت حکمی کی وجہ سے حکم نافذ العمل ہوگا جس طرح کہ ایک مطلع کے اندر دو اشخاص کی رؤیت تمام مسلمانوں کی رؤیت مانی جاتی ہے اور نہ دیکھنے والوں پر رؤیت حکمی کی وجہ حکم لاگو ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اگر پاکستان میں مغرب کے وقت چاند کی رؤیت نہیں ہوئی مگر دو گھنٹے بعد سعودی عرب میں ہوگی تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ایک ہی رات میں چاند کی رؤیت ہو گی، ورنہ اگر اس حقیقت کو اعتبار دیا جائے تو ایک ہی ملک میں بعض علاقے نشیب اور بعض فراز پر واقع ہوتے ہیں۔ جن میں آدھا گھنٹہ، ۴۰ منٹ تک کا فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر نشیبی علاقوں میں چاند کی رؤیت نہ ہوئی اور فرازی علاقوں میں چاند دیکھا گیا تو کیا انکی یہ رؤیت

نشیبی والوں پر لاگو نہ ہوگی۔ان کو اپنی رؤیت کا انتظار کرنا پڑے گا۔یہ تکلیف مالایطاق اور وحدت امت کو نیست ونابود کرنے کے مترادف ہے اور کوئی بھی عقل وشعور والا شخص اس کا قائل نہیں۔لہٰذا ب ایک ہی ملک کے اس اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو جن ممالک کے درمیان ایک دن (۸۔۹ گھنٹے) فرق نہ ہوان میں بھی اعتبار نہیں دینا چاہیے۔

ازالہ شبہات: (۱) جیسا کہ معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار میں تین مذاہب کا متفق علیہ فیصلہ ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے وھو المعتمد عندنا و عند المالکیة و الحنابلة کہ عدم اعتبار کا قول ہمارے احناف، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں معتمد ہے تو بعض حضرات (اعتبار اختلاف مطالع کے قائلین) جواب دیتے ہیں کہ جس دور کے علماء وفقہاء کا یہ کلام نقل کیا جاتا ہے اس زمانہ میں کیا روئے زمین ''عالم'' اور مشرق ومغرب کا تصور اور مفہوم وہی تھا جو آج ہے کیا دنیا کا طول وعرض ان کے ذہن میں اتنا ہی تھا جتنا آج متحقق ومعلوم ہے۔ظاہر ہے کہ جواب نفی میں ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے فقہاء تو الگ رہے اول درجہ کے جغرافیہ دان اور سیاح بھی بلکہ بہت بعد کے لوگ بھی دنیا کو ربع مسکون سمجھتے تھے اس لئے کہ آسٹریلیا اور امریکہ دریافت نہیں ہوئے تھے اور بہت سے مشرقی اور مشرق بعید کے جزائر کا پتہ نہیں تھا اور مغرب کے جزائر کو دنیا کا آخری سرا تسلیم کیا جاتا تھا چنانچہ طول البلد کا خط وہیں سے شروع ہوتا تھا اس طرح دنیا کو ہفت اقلیم کہا جاتا تھا......

اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرنا شاید غلط ہوگا کہ اس مسلک کی تعبیر کے لئے کتابوں میں چاہے جتنے عام اور غیر محدود علاقہ کے لئے حاوی الفاظ استعمال کئے گئے ہوں مگر مراد وہ نہیں ہے آج کے حالات میں سمجھا جارہا ہے، یا سمجھی جاسکتی ہے۔

الجواب: مگر یہ دلیل بھی محض ایک مغالطہ ہے اسلئے (۱) قدیم فقہاء کے اقوال کے بارے

میں یہ کہنا یہاں تک تو درست ہے کہ اس وقت امریکہ وغیرہ بعید ممالک دریافت نہیں ہوئے تھے جن میں اسلامی مہینے کے اندر ایک دو دن کا فرق آئے مگر اس وقت بھی اسلامی سلطنت افریقہ سے آذربائیجان، تاجکستان، اور ہندوستان، مصر وشام، مراکش، اور ترکی تک پھیلی ہوئی تھی جن میں سائنسی تحقیقات کی رو سے مطلع مختلف ہوتا ہے مگر پھر بھی کسی قدیم فقیہ نے اس کے اعتبار کا حکم نہیں دیا بلکہ اسی ہی رویت کو جملہ ممالک کے لئے قابل قبول سمجھا اور فرمایا کہ مشرق والوں کے لئے قابل قبول ہے، یہ نہیں کہ یہ سارا علاقہ ایک ہی مطلع کے اندر تھا۔

(۲) امریکہ اور آسٹریلیا کے دریافت ہونے کے بعد متاخرین فقہاء کی عبارات میں بھی کوئی ایسی قید وغیرہ نہیں جس سے اعتبار یا قدیم فقہاء کے اقوال کو محدود علاقے تک رہنے کا اشارہ یا تصریح ملتی ہو بلکہ اطلاقی اور عمومی الفاظ سے صرف عدم اعتبار ہی سمجھا جاتا ہے باوجود اس کے یہ یہی فقہاء اس بات کے بھی معترف ہیں کہ اختلاف مطالع ایک ناگریز حقیقت ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ واضح الفاظ میں تحریر کرتے ہیں کہ اختلاف مطالع ایک حقیقت ہے، البتہ اس کو اعتبار دیا جائے یا نہیں یہ ایک اور مسئلہ ہے۔

(۳) یہ بات نصف النہار کی طرح عیاں ہے کہ چاند ایک ہی ہے دو نہیں اور تولید چاند بھی ایک ہی دفعہ ہوتی ہے بار بار نہیں فرق اتنا ہے کہ بعض جگہوں میں وہ وقت شب کا اور بعض مقامات پر دن کا ہوتا ہے تو گویا کہ اسلامی ماہ کی ابتداء چاند کی رویت سے اور فلکیات کے مطابق جب تک چاند سورج سے ۸۔۱۰ درجے کے فاصلے پر نہ ہو تو قابل دید نہیں ہوتا اور جب ۸۔۱۰ درجے پر ہو جائے تو چاند دکھائی دیتا ہے۔ مشہور ماہر فلکیات محدث کبیر علامہ محمد موسیٰ خان روحانی بازیؒ فرماتے ہیں۔

” و اذا بعد القمر من الشمس يسيراً و بقي حقوق الافق الغربي بعد

غـروب الشـمـس ثـمـانى درجات او عشر درجات ينحرف الينا شئى من نـصفه المضيئى فترئ طرفاً من هذا النصف المضيئى المنحرف الينا وهو الهلال. (الهئية الصغرىٰ ص ۱۵۳ ، فصل فی اشکال القمر)

ترجمہ: جب چاند آفتاب سے کچھ دور ہو جائے بقدر ۸ درجات کے یا ۱۰ درجات کے تو اس صورت میں غروب الشمس کے بعد روشن نصف حصے کا تھوڑا سا کنارہ ہماری طرف مڑ جاتا ہے اس حالت میں چاند کے روشن نصف حصے کا تھوڑا سا کنارہ ہماری طرف مڑ جاتا ہے کہ جاتا ہے کہ وہ چمکتا کنارہ ہم دیکھ لیتے ہیں یہ ہے ہلال۔

تو ظاہر بات ہے کہ چاند ماہ کے ۲۹ یا ۳۰ دن ختم ہونے پر کسی جگہ تو دکھائی دے گا اور یہی رؤیت سب کیلئے کافی ہے اس لئے کہ حقیقی رؤیت ایک جگہ ہو چکی ہے اور جب یہ خبر بدلیل شرعی بعید کے مقامات تک پہنچ جائے تو وہاں اگر چہ حقیقی رؤیت نہیں ہوتی ہے لیکن نفس ولادت سے مجازی یا صوری رؤیت ہوگی شریعت مقدسہ نے ہر ایک کو چاند دیکھنے کا مکلّف نہیں کیا ہے ورنہ پھر تو ہر شخص چاند دیکھنے پر مامور ہوتا اور چاند دیکھ کر روزہ رکھتا اور چاند دیکھ کر عید مناتا حالانکہ ایسا نہیں اعتبار دینے والوں کے ہاں بھی ایک ہی مطلع میں رہنے والوں کیلئے ایک یا دو آدمیوں کی رؤیت کافی ہے سب باشندگان کا چاند دیکھنا لازمی نہیں تو اسی طرح بعید البلاد والوں کیلئے بھی یہی رؤیت جب دلیل شرعی کے ساتھ پہنچ جائے قابل عمل ہونی چاہیے۔ اسلئے اگر چہ وہاں رؤیت حقیقی نہیں ہوئی ہے مگر تولید کی وجہ سے رؤیت حکمی میں داخل ہے۔

(۴) اعتبار اس لئے بھی نہیں کہ کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ چاند ولادت کے بعد مختلف مطالع والے ممالک میں دکھائی دیتا ہے، جیسا کہ 8/12/99 کا واقعہ ہے کہ سعودی عرب

میں بھی چاند کی رؤیت ہوئی اور پاکستان کے صوبہ سرحد میں بھی رؤیت ہوئی جبکہ سعودی کیلنڈر کے حساب سے روزہ بدھ کے دن آنا تھا مگر چونکہ حقیقی رؤیت نہ ہوئی تھی اس لئے انہوں نے اعلان نہیں کیا اس سے ان حضرات کا یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ اتحاد کر کے عید و روزہ کرنا نامعقول ہے اسلئے کہ وہ کیلنڈر کے مطابق جو لندن میں ایک یہودی نے بنایا ہے کرتے ہیں۔ 8/12/99 کے واقعہ نے اس بنیاد پروپیگنڈے کو غلط ثابت کیا کہ سعودی علماء اور حکومت چاند کی اصطلاحی رؤیت کر کے رمضان اور عید کا حکم دیتے ہیں۔ آج سے کئی سال قبل عالم اسلام کے مشہور و معروف اور مسلمہ ماہر فلکیات علامہ محمد موسیٰ خان روحانی بازیؒ فرما چکے ہیں کہ ہم حجاز کے دین دار علماء حضرات پر اس قسم کی بدظنی نہیں کر سکتے۔ (فلکیات جدیدہ ص)

اور کرنی بھی نہیں چاہیے اس لئے کہ یہ دین کا معاملہ ہے جو بڑی ذمہ داری ہے کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ تمام لوگوں کی ذمہ اپنے اوپر لے لے۔ اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی مطلع کے اندر بعض علاقوں میں چاند دکھائی دیتا ہے اور بعض میں نہیں جیسا کہ 8/12/99 جمعرات کی رات کو پنجاب، سندھ وغیرہ میں چاند نظر نہیں آیا اور صوبہ سرحد میں نظر آ کر رمضان کا حکم دیا گیا۔ اس قسم کے واقعات پیدا ہوتے جاتے ہیں بلکہ پاکستان میں تو یہ ایک معمول کا مسئلہ ہے ایک واقعہ کا ذکر علامہ موسیٰ خانؒ نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ کسی عالم دین نے یہ نہیں کہا کہ جمعرات کی جہاں بھی عید منائی گئی وہ غلط تھی اور خلاف شرع تھی بلکہ علماء نے صرف اتنا کہا ہے کہ عید کے ثبوت کے لئے شرعی شہادت (دو گواہ عادل، اگر بادل یا گرد و غبار ہو اور جم غفیر اگر مطلع صاف ہو) ضروری ہے چونکہ پنجاب، کراچی وغیرہ میں شرعی شہادت نہ علماء کے پاس پیش ہو سکی اور نہ ارباب حکومت کے پاس۔

اس واسطے علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ ان مقامات میں ازروئے شرع عید نہیں ہوسکتی مگر جن مقامات میں شریعت کے مطابق شہادت مہیا ہوسکی وہاں پر جمعرات کو عید منانا نہ صرف جائز نہیں ہے بلکہ فرض ہے اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ (فلکیات جدیدہ حصہ دوئم ص:۳۱۹، دوسرا باب)

علامہؒ کی اس عبارت پر وہ حضرات بھی غور فرمائیں جو سرحد کے علماء کو اس معاملہ میں غلط تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرحد میں چاند پیدا ہونے سے پہلے نظر آجاتا ہے۔

ظاہر الروایہ کی تاویل کا ازالہ:

بعض علماء کرام نے امام ابو حنیفہؒ کے قول لا عبرۃ لاختلاف المطالع کے بارے میں لکھا ہے کہ امام صاحب کا یہ مسلک رؤیت کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے البتہ ہیئت کے لحاظ سے صحیح ہے جس کا ان کے نزدیک اعتبار ثابت نہیں ہے ایسی صورت میں اس مسلک کی صرف ایک توجیہ ہوسکتی ہے وہ یہ کہ خلفیۃ المسلمین کسی جگہ کی رؤیت کی بناء پر چاند ہونے کا فیصلہ کردے اور اختلاف مطالع کی بحث ختم ہوکر یہ فیصلہ ساری دنیا کے لئے قابل عمل قرار پائے اور تائید میں علامہ ابن الماجشون کا قول پیش کیا ہے۔

و قال ابن الماجشون لا یلزم اھل رؤیۃ غیر ھم الا ان یثبت ذلک عند الامام الاعظم فیلزم الناس کلھم لان البلاد فی حقہ کالبلد الواحد و حکمہ نافذ علی الجمیع

ابن الماجشون نے کہا ہے کہ ایک شہر والوں پر دوسرے شہر والوں کی رؤیت واجب التسلیم نہیں ہوتی مگر جب کہ خلیفۃ المسلمین بادشاہ اس کو مان لے اس صورت میں سب لوگوں کو اسے ماننا پڑے گا۔ اسلئے کہ ملک کے تمام شہر اس کے حق میں ایک ہی شہر کی

مانند ہیں۔اور اس کا حکم پورے ملک پر نافذ ہے۔

الجواب: (ا) اگر غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے فتویٰ کی یہ توجیہ مناسب نہیں اس لئے کہ اگر اس زمانے میں امت مسلمہ والے ممالک کا بادشاہ یا خلیفہ ایک تھا اور یہ جملہ بلاد اس کے لئے بمنزلہ ایک شہر کے تھے لیکن اس کے علاوہ بلاد کفر میں بھی تو مسلمان رہتے تھے اور اب بھی رہتے ہیں تو امام صاحب نے صرف بلاد اسلامیہ کیلئے حکم بتا دیا او بلاد کفر میں رہنے والوں کو بلا حکم بیان کے چھوڑ دیا یہ بعید از عقل ہے بلکہ امام صاحب کا فتویٰ مطلق الفاظ سے منقول ہے اور یہ سب مسلمانوں کے لئے ہے۔چاہے وہ بلاد اسلامیہ میں رہتے ہوں یا بلاد کفر میں اور ویسے بھی مطلق عبارات کو بلا قرینہ کے مقید کرنا اصول فقہ کے خلاف ہے۔

(۲) اسی طرح متاخرین محققین فقہا کرام میں سے اس قسم کی توجیہ کسی سے بھی منقول نہیں بلکہ انہوں نے **لا اعتبار لا ختلاف المطالع** کی توجیہ ان الفاظ سے کی کہ ان **رای اهل المغرب وجب الصوم علی اهل ا لمشرق برویته** کہ اگر اہل مغرب چاند دیکھیں تو اہل مشرق پر رمضان انکی رؤیت کی وجہ سے لازم ہو جائے گا چاہے بلاد اسلامیہ کا خلیفہ الگ ہو چاہے زیادہ مسلمان دیار کفر میں مسکون ہوں یا دیار اسلام میں، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

علامہ ابن عابدینؒ کی تفریق:

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ احناف کا ظاہر مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے چاند کی رؤیت جہاں بھی ہو وہ رؤیت سب کیلئے ہوگی چاہے مہینہ رمضان کا ہو یا شوال اور عید الاضحیٰ کا لیکن علامہ ابن عابدینؒ نے ان دونوں (بقرہ عید اور رمضان و شوال) میں تفریق کے قائل ہیں۔چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”یفهم من کلامهم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیه معتبر فلا یلزمهم شئی لو ظهرانه روی فی بلدة اخری قبلهم بیوم وهل یقال کذلک فی حق الاضحیة لغیر الحجاج. ولم اره والظاهرنعم لان اختلاف المطالع انمالم یعتبر فی الصوم لتعلقه بمطلق الرؤیة وهذا بخلاف الاضحیة فالظاهر انما کاوقات الصلوة یلزم کل قوم العمل بما عندهم فتجزی الاضحیة فی الیوم الثالث عشر وان کان علی رویة غیرهم هوالرابع عشر“ (ردالمختار: ۲/۳۹۴، کتاب الصوم فی اختلاف المطالع)

فقہاء کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج میں ان کا اختلاف مطالع معتبر ہے پس شہر والوں پر کوئی شئی لازم نہیں اگر چہ یہ بات ظاہر ہو کہ دوسرے شہر میں ان سے ایک دن قبل چاند کی رؤیت ہو چکی ہے اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ امر غیر حاجی کی قربانی کے لئے بھی ہے میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی ظاہر ہے کہ جواب ہاں میں ہوگا۔ اور وجہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع رمضان المبارک میں معتبر نہیں اس لئے کہ وہاں صوم کا تعلق صرف مطلق رؤیت سے ہے اور قربانی کا حکم اس کے خلاف ہے پس ظاہر ہے کہ قربانی کا وجوب اوقات صلوۃ کی طرح ہے ہر قوم پر اپنے وقت کے مطابق قربانی کرنا لازم ہے۔ لہٰذا ایک شہر میں ۱۳/ ذی الحجہ کو قربانی جائز ہے اگر چہ دوسروں کے ہاں ۱۴/ ذی الحجہ ہو۔

الجواب: (۱) مگر علامہ صاحبؒ کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف ہے اس لئے کہ علامہ حصکفیؒ اور دیگر محققین احناف عمومی اور اطلاقی الفاظ سے لااعتبار لا ختلاف المطالع لکھتے ہیں اور اسی کو ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قرار دیتے ہیں جبکہ ان الفاظ کی تقسیم سے کوئی فرق بین رمضان وعید الاضحیٰ معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں اس میں برابر ہیں۔ اس لئے علامہ صاحبؒ

کا یہ کہنا کہ یفھم من کلامھم کہ یہ فقہاء کے بیان سے سمجھ میں آ گیا ہے درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔

(۲)　حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی جب علامہ صاحبؒ کی اس تفریق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؒ نے جواب دیا کہ قیاس تو مقتضی ہے اس کو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بنا بر قول علیہ السلام لا نکتب و لا نحسب (الحدیث) اس کا اعتبار نہیں کیا کہ خالی حرج ورعایت قواعد ہئیت سے نہ تھا پس مقتضی حدیث مسطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہ ہو، نہ قبل وقوع عبادت اور نہ بعد وقوع عبادت بلکہ ہر مقام کی رؤیت ہر مقام کے لئے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع تو بظاہر مفہوم ہوتا ہے مگر رائے ناقص میں وہ اعتبار اختلاف کا نہیں۔ لا طلاق الحدیث بلکہ عمل اس حدیث پر ہے، الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحیٰ یوم تضحون (الحدیث) چنانچہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ حج میں اس دلیل ٹھہرایا" حیث قال و فی الامر بالا عادۃ حرج" اور علامہ شامیؒ نے ہر چند کہ بناء عدم قبول شہادت کے اعتبار اختلافِ مطالع پر ٹھہرائی ہے مگر اس کو کسی نے صراحۃً نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ یفھم من کلامھم کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کلام سے یہ اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرا" کما ھو ظاھر من اطلاقاتھم" اور استنباط علامہ شامیؒ کا مسئلہ اضحیہ میں اسی بناء پر اس کے عدم قبول میں وہی حرج ہے۔ پس جب بناء ہی صحیح نہیں تو مبنی کیونکر صحیح ہوسکتا ہے خصوصاً جب کہ کتب مذہب کے خلاف ہو"　(امداد الفتاوی ۲/۱۰۸، کتاب الصوم والا عتکاف)

اسلئے علامہ ابن عابدین کی یہ تفریق ظاہر مذہب کے خلاف ہے کہ روزہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں کوئی فرق نہیں سب کے لئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔

خلاصۃ البحث:

جملہ بحث ونظر سے معلوم ہوا کہ ترجیح اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کو ہے مگر یہ حکم تمام دنیا کے لئے نہیں بلکہ یہ مخصوص ہے ان علاقوں کے ساتھ جہاں ایک دن سے زیادہ کا فرق نہ آتا ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"و ینبغی ان یعتبر اختلافها ان لزم التفاوت بین البلدتین باکثر من یوم واحد لان النصوص مصرحة بکون الشهر تسعة و عشرین او ثلاثین فلا تقبل الشهادة ولا یعمل بها فیما دون اقل العدد و لافی ازید من اکثره"

(فتح الملهم ۱۳/۳، باب بیان لکل بلد رؤیتهم)

مناسب ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ان مقامات میں کیا جائے جہاں ایک دن سے زیادہ فرق ہو اس لئے کہ نصوص اس بارے میں مصرح ہیں کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے اس لئے اس شہادت کو نہ قبول کیا جائے اور نہ اس پر عمل کیا جائے جو اقل ایام شہر سے کم میں ہو یا اکثر ایام شہر سے زیادہ ہو۔

لہٰذا جن ممالک میں اتنی تفاوت ہو کہ ان کے مابین ۹ یا ۱۰ گھنٹے یعنی شب و روز کا فرق موجود ہو (جیسے پاکستان وامریکہ وغیرہ) تو اختلاف مطالع کو اعتبار دیا جائیگا ورنہ نہیں۔

مگر بلاد اسلامیہ میں اتنی مسافت نہیں ہے جن میں ایک دن کا فرق ہو۔

چنانچہ شیخ وھبۃ زحیلی فرماتے ہیں:

العلوم الفلكية تؤيد توحيد اول الشهر الشرعي بين الحكومات الاسلامية لان اقصى مدة بين مطلع القمر في اقصى بلد اسلامي و بين

مطلعه فی اقصی بلاد اسلامی اخر هی نحو ساعات فتکون بلاد الاسلام کلها مشترکة فی اجزاً من اللیل تمکنها من الصیام عند ثبوت الرؤیة والتبلیغ بها برقیا او هاتفیا؟

(الفقه الاسلامی وادالته ۲/ ۶۱۰، کتاب الصوم، المطلب الثالث اختلاف المطالع)

علوم فلکیہ اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ شرعی مہینہ کو حکومات اسلامیۃ کے مابین توحید ممکن ہے اس لئے کہ چاند کے مطلع کی انتہا بلاد اسلامیہ اور اس کے دوسرے مطلع کا مقام دوسرے شہر میں چند گھنٹے کا فرق ہے جس کی وجہ سے یہ سارے ممالک رات کے ایک جزء میں مشترک ہوتے ہیں لہٰذا ثبوت رؤیت اور خبر پہنچنے پر روزہ رکھنا ممکن ہے چاہے یہ خبر تار برقی کے ذریعے پہنچ جائے یا ٹیلیفون کے ذریعے۔

اور یہی رائے شیخ ابولعلا البنا کی ہے (جو جامعہ ازہر مصر میں کلیہ الشریعہ کے شعبہ فلکیات کے استاد ہیں)۔

بلاد اسلامیہ میں اختلاف مطالع کو اعتبار نہ دیا جائے اس لئے کہ ان کے علاوہ ممالک میں ایک دن سے زائد کا فرق آسکتا ہے۔ اس کم علم طالب علم کی یہ تحقیق ہے باقی علماء کرام سے گزارش ہے کہ وہ قرآن وسنت اور مذاہب اربعہ کے مفتی بہ مذہب کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں جو وحدت امت کا ذریعہ بنے۔

﴿ فصل پنجم ﴾

وحدت رمضان وعیدین کیلئے آسان طریقہ: وحدت رمضان وعیدین کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ سعودی عرب جو اسلامی تعلیمات کا مرکز اور مرجع ہے۔ اسلام اس مقام سے دنیا میں پھیل چکا ہے اسلئے رمضان وعیدین کی چاند کی اپنی رؤیت کی سعی کیساتھ ساتھ سعودی عرب سے بھی رابطہ کیا جائے اگر وہاں رؤیت ہو چکی ہو تو ان شہادات کو اصول شرع کے مطابق وصول کر کے یہاں بھی اعلان کیا جائے۔ اگرچہ یہاں چاند کی رؤیت نہ ہوگی ہو اسلئے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ان کی رؤیت ہمارے لئے کافی ہے۔

سعودی اعلان کے بارے میں غلط فہمی: اگرچہ بعض حضرات سعودی عرب کے اعلان پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ رؤیت نہیں کرتے بلکہ جنتری کے ذریعے رمضان وعیدین کا اعلان کرتے ہیں۔ مگر یہ اعتراض قابل غور ہے اسلئے کہ اگرچہ سعودی عرب میں قمری نظام رائج ہے مگر وہاں عبادات کیلئے قمری تاریخ کا تعین رؤیت ہلال کی شہادت پر کیا جاتا ہے اور سرکاری تاریخ کا تعین رائج جنتری سے کیا جاتا ہے۔ گویا سرکاری امور میں جنتری کے تواریخ کارآمد ہوتے ہیں البتہ احکام شرع کا تعین رؤیت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے اسلئے وہ لکھتے ہیں کہ آج تقویم کے اعتبار یہ تاریخ ہے اور رؤیت کے اعتبار سے یہ تاریخ، ہم یہاں چند خطوط اور بیانات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا طریقہ کار کی تائید ہیں۔

☆ جامعہ ام القریٰ کے استاد ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کا ایک مکتوب مولانا منظور نعمانیؒ کے نام آیا تھا جس کا ترجمہ انہوں نے ماہنامہ الفرقان میں شائع کیا ہے۔ لکھتے ہیں آج ۱۱ جون کو یہاں (مکہ مکرمہ) میں یکم رمضان ہے تقویم (سرکاری جنتری) میں آج تیس

شعبان ہے المدینہ اخبار میں شاہی فرمان کے ایک تراشہ کا اردو ترجمہ بھی اپنے مکتوب میں بھیجا ہے جو درج ذیل ہے:

عدالت عالیہ (مجلس قضاء اعلیٰ) کے نزدیک معتبر عینی شاہدوں کی شہادت کی بناء پر شرعی طور پر رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کے آغاز کا آج ہفتہ کی رات۔۔۔۱۱جون ۱۹۸۳ء سے ثبوت ہو گیا ہے لہذا کل ہفتہ کا دن رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا۔

(الفرقان اگست ۱۹۸۳ء بحوالہ المنہاج ص ۱۷۸ جلد ۴ صفر ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء شمارہ نمبر ۴)

اور ایک دوسرے مکتوب میں اخبار کے دو مزید تراشے بھیجے۔

☆ مجلس قضاء اعلیٰ کے سربراہ شیخ صالح اللحید ان نے اخبار المدینہ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ مجلس کے سامنے شوال کے چاند کی رؤیت کی کوئی شہادت نہیں آئی اس لئے اتوار کے دن تیسواں روزہ ہوگا کیونکہ رؤیت نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے ہونے کے بعد ہی مہینہ ختم قرار دیا جاسکتا ہے۔ (الفرقان اگست ۱۹۸۳ء بحوالہ المنہاج ص ۱۷۸)

☆ اور دوسرے تراشہ اخبار کا اداریہ یہ ہے جسکا عنوان ہے "رؤیت ہی ہلال ثبوت کی بنیاد ہے" اس میں شیخ عبدالعزیز بن باز مدظلہ کا بیان ہے کہ فطری طور پر چاند نظر آنے پر ہی مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے اگرچہ رصدگاہوں اور دوسرے آلات سے مدد لینے کی ممانعت نہیں ہے لیکن ان چیزوں پر اعتماد اور ان کو رؤیت کا معیار قرار دینا اس طور پر کہ رؤیت ان مشینی آلات کی شہادت کے بغیر تسلیم ہی نہ کی جائے قطعاً ممنوع ہے اس بیان پر اخبار کا ایڈیٹر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ شیخ کے اس بیان سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ مملکت سعودیہ میں گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رؤیت کا ثبوت شرعی طور پر ہی ہوا ہے۔ (ماہنامہ الفرقان اگست ۱۹۸۳ء بحوالہ المنہاج ص ۱۷۸)

☆ اسی طرح امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل مدظلہ کا برطانیہ کے مسلمانوں کے نام

ایک مکتوب سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سعودی عرب میں رمضان وعیدین کا اعلان رؤیت ہلال پر ہی کیا جاتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

فضیلہ الشیخ یعقوب مفتاحی صاحب اور برطانیہ میں مقیم میرے وہ مسلمان بھائی جنکا حرمین شریفین سے تعلق اور نسبت ہے انکی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سعودی عرب میں رمضان المبارک اور حج کی تاریخ کا تعین اور فیصلے کے متعلق تحقیقی سوال نامہ اور سعودی ہلال کمیٹی کے فیصلے پر شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں میں جو غلط بات پھیلائی جارہی ہے اس سلسلہ میں حقیقت حال کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سعودی عرب میں رمضان المبارک اور حج کی تاریخوں کا فیصلہ شریعت مطہرہ کے احکامات کے مطابق قرآن وسنت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ سعودی عرب میں چاند کی تحقیقات اور اس کے فیصلے کا طریقہ یہ ہے:

(۱) رجب کے مہینہ مرکزی کمیٹی کے قاضیوں (جج حضرات) کی ایک میٹنگ ہوتی ہے اس میٹنگ میں مشورہ کر کے لوگوں کو توجہات شعبان کے چاند دیکھنے کی طرف مبذول کرانے کی ہدایت جاری کی جاتی ہیں۔

(۲) اس کے بعد رجب کی آخری تاریخوں میں اس عدالت عالیہ کے قاضی حضرات کی جانب سے پھر میٹنگ منعقد کی جاتی ہے اور حکومت کی جانب سے متعینہ (مختلف مقامی رؤیت ہلال) کمیٹی میں اگر کہیں سے چاند دیکھے جانے کی گواہی (تحقیقات کے بعد) موصول فرمائی ہوں تو اس تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر آگے رمضان المبارک کے چاند دیکھنے کی تاریخ کا اعلان کیا جاتا ہے اب اگر انتیسویں شعبان کو پورے ملک میں ہلال کمیٹیوں کے ذمہ دار اور مرکزی کمیٹی کے جج حضرات سب اپنے اپنے مقامات پر حاضر رہتے ہیں اور ملکی مختلف عدالتوں (یعنی مقامی لوکل ہلال کمیٹیوں) میں اگر کہیں سے

چاند دیکھنے کی شہادتیں موصول ہوئی ہوں تو اس پر قانونی تحقیقات (ردوجرح) کرنے کے بعد اطمینان ہونے پر شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ ضبط کر کے اسے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو پہنچا دیا جاتا ہے جب ضبط شدہ فیصلہ مرکزی سپریم کونسل (عدالت عالیہ) میں پہنچتا ہے تو وہاں متعینہ جج حضرات اس پر غور وحوض اور مشورہ کر کے رمضان المبارک شروع کرنے کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔

(۴) اسی طرح مذکورہ بالا نظام کے مطابق عید الفطر اور عید الاضحیٰ (حج) کے دنوں کی تاریخوں کا بھی اعلان کیا جاتا ہے۔

رہی ام القریٰ کی تقویم تو یہ فقط حکومتی نظام (مقدمات وغیرہ) چلانے کے لئے ہوتی ہے عبادات کا تعلق ان سے نہیں ہے۔

احکامات شرعیہ کے مطابق فقط قرآن وسنت کی روشنی میں رؤیت ہلال پر ہی رمضان وعیدین کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنی برکتیں وسلامی رحمتیں نازل فرمائیں۔امین محمد بن عبد اللہ سبیل مدظلہ (امام وخطیب حرم مقدس بیت اللہ شریف)

(بحوالہ قول فیصل در مسئلہ رؤیت ہلال ص ۸۳ تا ۸۵)

☆ اسی طرح مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبد اللہ بن باز مدظلہ فرماتے ہیں سعودی عرب میں رمضان، عیدین کے فیصلے فطری طور پر چاند کے نظر آنے پر ہی مکمل بھروسہ کرنے کے بعد کئے جاتے ہیں۔ (قول فیصل در مسئلہ رؤیت ہلال ص ۸۸)

☆ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے اس عبارت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سعودی عرب میں رمضان وعیدین کا حکم رؤیت ہی سے ہوتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں شروع رمضان میں چونکہ رؤیت کا ثبوت دیر میں ہوا تھا حرمین کا معمول ایک پارہ روز پڑھنے کا

ہے۔اھ (آپ بیتی ۳۱/۷)

☆ اور مولانا محمد مکی حجازی صاحب مدظلہ نے اپنے ایک بیان میں فرمایا ہے کہ میں آپ کے سامنے حقیقت حال کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اس لئے نہیں کہ میں وہاں کا خادم یا ان کے تابع ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں باوضو بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ تیس سال میں مکہ معظمہ میں مقیم ہوں میرا مشاہدہ ہے حجاز مقدس میں رمضان المبارک سے دو دو مہینے پہلے چاند کی رؤیت کی تحقیق کے لئے باقاعدہ انتظامات کئے جاتے ہیں۔ اگر کہیں چاند نظر آ جائے تو اس پر اس علاقہ کے قاضی گواہیاں لیتے ہیں گواہوں کی قانونی تفتیش و تحقیق کی جاتی ہے پھر اگر خبر معتبر ہوتی ہے تو وہ آگے بڑی مجلس قضاء کو بھیج دیتے ہیں مجلس قضاء وزارۃ العدل (سپریم کونسل) کو بھیجتے ہیں۔ پھر جب ان کی جانب سے (مشورہ کے بعد) حکم جاری ہوتا ہے تب جا کر اعلان ہوتا ہے۔ (بحوالہ قول فیصل در مسئلہ رؤیت ہلال ص ۸۶)

اس طرح اور بھی بہت سارے شواہد موجود ہیں جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ سعودی عرب میں رمضان وعیدین کا اعلان رؤیت بصری پر ہی ہوتا ہے اور کافی احتیاط اور تحقیق و تفتیش کے بعد کیا جاتا ہے اس لئے یہ بات بے محل ہے کہ سعودی حکومت سرکاری جنتری کے حوالہ سے اعلان کرتی ہے اور غیر شرعی اصول پر سب اعلان طے پاتے ہیں۔

<u>سعودی عرب کے رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے پر دوسرا اعتراض:</u> سعودی عرب کی ہلال کمیٹی پر بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم سعودی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس لئے تسلیم نہیں کرتے اور ان کو اپنے اعلان کے لئے مستدل اس لئے نہیں مانتے کہ وہ مطلع صاف ہونے کے باوجود تین چار آدمیوں کی گواہی پر بھی رؤیت ہلال کا فیصلہ کرتے ہوئے رمضان وعیدین کا اعلان کرتے ہیں۔ اور جم غفیر کی شہادت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ جبکہ اس صورتحال میں جم غفیر سے شہادت لینا ضروری ہے۔

الجواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس اعتراض کی ذاتی حیثیت بھی ماقبل اعتراض کی سی ہے۔ جو صرف سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔

ثانیاً اگر ہم اس کو تسلیم کر بھی لیں کہ سعودی رویت ہلال کمیٹی مطلع صاف ہونے کے باوجود صرف تین چار آدمیوں کی شہادت پر رمضان وعیدین کا اعلان کرتی ہے تو احناف کے ہاں بھی جم غفیر کے لئے کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ جم غفیر کی تعداد قاضی کی تشفی اور اطمینان پر مبنی ہے۔ جتنے گواہان سے قاضی کی تشفی ممکن ہو ان کی گواہی لے کر قاضی رمضان وعیدین کا اعلان کر سکتا ہے بلے ان کی تشفی تین چار آدمیوں کی گواہی سے کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت کے مطابق مطلع صاف ہونے کے باوجود دو آدمیوں کی گواہی کافی ہے۔ چنانچہ امام حسن ابن زیادؒ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

روی الحسن عن ابی حنیفة أنه یقبل فیه شهادة رجلین اورجل و أمرأتین سواء کان بالسماء علة اولم یکن کماروی عنه فی هلال رمضان کذا فی البدائع. (البحرالرائق ۲/۲۶۸)

حسن ابن زیاد امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ عید الفطر کے چاند کے بارے میں دو آدمیوں یا ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی چاہے مطلع صاف ہو یا ابر آلود جیسا کہ آپؒ سے رمضان کے بارے میں مروی ہے۔

اور علامہ ابن نجیمؒ نے اسی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے ولم ار من رجحها من المشائخ وینبغی العمل علیها فی زماننا لأنّ الناس تکاسلت عن ترأی الأهله. (البحرالرائق ۲/۲۶۹)

میں نے مشائخ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے اس روایت کو ترجیح دی ہو لیکن ہمارے زمانے میں اس پر عمل ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ لوگ چاند دیکھنے میں تکاسل

یعنی سستی سے کام لیتے ہیں

اور اسی ترجیح کو علامہ ابن نجیمؒ کے بھائی سراج الدین عمر ابن نجیم مصریؒ نے النہر الفائق جلد۲ص۱۴ ،اور علامہ حصکفیؒ نے الدر المختار علی صدر رد المختار جلد۲ص ۳۸۸ میں ذکر کیا ہے۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ اگر دو آدمیوں کی گواہی پر کوئی قاضی رمضان کا حکم جاری کرے تو یہ حکم صحیح ہوگا۔ **وفی الحجة ولوقبل الامام شهادة شاهدين عدلين وقدسكن قلب القاضى على قولهما جازوثبت حكم رمضان.** (فتاویٰ تاتارخانیه ۲/ ۳۵۰) اور حجۃ میں ہے کہ اگر امام دو آدمیوں کی شہادت قبول کر کے اس کے دل کو ان دو آدمیوں کی گواہی سے تسلی ہو جائے اور وہ اسی گواہی پر رمضان کا اعلان کرے تو یہ اعلان درست ہے اور اسی پر رمضان ثابت ہے۔

ثالثاً سعودی رؤیت ہلال کمیٹی کا یہ عمل ظاہر حدیث کے بالکل موافق ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی تفصیل کے فرمایا کہ **صوموا لرؤيته وافطروا لرويته وانسكو فان غمّ عليكم فاتموا ثلثين وان شهده شاهدان ذواعدلٍ فصوموا وافطروا** (رواه النسائى اوجزالمسالک ۵/۳)

تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور حج ادا کرو۔ اور اگر تم پر چاند مخفی ہو جائے تو پھر تیس دن پورے کرو اور اگر دو عادل گواہ چاند کی رؤیت کی شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

اور اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا **اذاشهدا رجلان على رؤية الهلال افطروا** (المحلی ۳/ ۵۳۷)

اگر دو آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دے تو تم افطار کرو۔

اور یہی کچھ حضرت عمر فاروقؓ بھی فرما چکے ہیں۔کمامرّ حدیثہ

تو ظاہر حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے ہم ان کے اس فیصلے کو غلط نہیں کہہ سکتے۔لہذا وحدت رمضان پیدا کرنے کے لئے اگر ان کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے یہاں پاکستان میں بھی رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

رابعاً جس طرح سعودی رؤیت ہلال کمیٹی تحقیق کرتی ہے (کمامر تفصیلہ) کہ زونل رؤیت ہلال کمیٹی سے یہ شہادت کئی مراحل سے گزرتے ہوئے قاضی القضاء تک پہنچ جاتی ہے اور پھر قاضی القضاء مطمئن ہوکر رمضان وعیدین کا اعلان کرتا ہے تو ظاہر بات ہے اس کا اطمینان ان دو تین گواہوں سے نہ ہوتا ہوگا اور پھر خصوصاً جب مطلع صاف ہو لازماً ان کے سامنے کہیں آدمیوں نے شہادت دی ہوگی۔اور ایسا بھی ممکن ہے کہ کبھی کبھار دو ایسے متقی اور پرہیزگار آدمی گواہی دینے آتے ہیں جن کی گواہی پر ایسی تسلی اور تشفی حاصل ہو جاتی ہے جو سینکڑوں افراد کی گواہی سے حاصل نہیں ہوتی۔اس لئے سعودی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان کو محض بے بنیاد اعتراضات کی بناء پر نا قابل حجت قرار دینا مناسب نہیں اور نہ یہ حنفی اصول کے موافق ہے۔

لہذا جب سعودی حکومت اتنی تحقیق وتدقیق کے بعد رمضان وعیدین کا اعلان کرتی ہے تو اگر ہماری حکومت بھی ان پر اعتماد کر کے ان کے اعلان کو اصول شرع کے مطابق حاصل کر کے اس کے مطابق رمضان وعیدین کا اعلان کرے۔ایک تو اس سے مسلمانوں کی وحدت رمضان وعیدین کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا اور دوم ہمارا ملک بھی اختلاف سے بچ جائے گا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيكُم وَرَحمَةُ اللّٰهِ وبَرَكَاتُه

د حق په نشرولو کې زمونږ مرسته وکړئ او په ټولنيزو شبکو کې راسره ملګري شئ

https://t.me/oqabijanan1

http://telegram.me/oqabijanan

https://www.facebook.com/oqabijananofficial/

https://www.facebook.com/oqabi1/

https://twitter.com/oqabiofficial

http://m.youtube.com/oqabijanan1

OQABI JANAN

https://oqabijananofficial.blogspot.com/

oqabitalibjan@gmail.com

قاري ارشادالله عُقابي

مؤلف کی چھاپ شدہ کتب

۱۔ فتاویٰ حقانیہ:

۲۔ مروجہ کرنسی اور مال تجارت کے لیے معیار نصاب سونا چاندی:۔

۳۔ سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ کی حیثیت؟

۴۔ صفوۃ الاوال فی استحباب وستہ من شوال؟

۵۔ اسلام کا نظام اکل وشرب (ترتیب)

۶۔ خطبات حق (ترتیب)

۷۔ زین المحافل شرح الشمائل للترمذی (حاشیہ وتحقیق)

۸۔ تعزیر بالمال کی شرعی حیثیت

۹۔ جماعت النساء کی شرعی حیثیت

Moon sighting and conflict among the Scholars of the Muslim World, wrote by Mufti Mukhtarullah Haqqani (sahib)

Editing cover designing and proff reading be Dr. Kifayatullah Wardak (PhD)